﴿... اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِاللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ*﴾ (آل عمران: ۷۴) ﴿... عَسٰى اَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا*﴾ (بنی إسرائیل: ۸۰)

هفت روزه

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر أعلیٰ: نصیر أحمد قمر

جلد ۳ جمعۃ المبارک ۸ مارچ ۱۹۹۶ء شمارہ ۱۰

ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

بدظنی بہت ہی بری بلا ہے جو انسان کے ایمان کو تباہ کر دیتی ہے

"یہ خوب یاد رکھو کہ ساری خرابیاں اور برائیاں بدظنی سے پیدا ہوتی ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس سے بہت منع فرمایا ہے اور پھر فرمایا کہ "ان بعض الظن اثم" (الحجرات: ۱۳) اگر مولوی لوگ ہم سے بدظنی نہ کرتے اور صدق اور استقلال کے ساتھ وہ ہماری باتیں سنتے، ہماری کتابیں پڑھتے اور ہمارے پاس رہ کر ہمارے حالات کا مشاہدہ کرتے، تو ان الزامات کو جو وہ ہم پر لگاتے ہیں ہرگز نہ لگاتے۔ لیکن جب انہوں نے خدا تعالیٰ کے اس ارشاد کی عظمت نہ کی اور اس پر کاربند نہ ہوئے، تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مجھ پر بدظنی کی اور میری جماعت پر بھی بدظنی کی اور جھوٹے الزامات اور اتہامات لگانے شروع کر دئے۔ یہاں تک کہ بعض نے بڑی بےباکی سے یہ لکھ دیا کہ یہ تو دہریوں کا گروہ ہے اور یہ لوگ نمازیں نہیں پڑھتے، روزے نہیں رکھتے وغیرہ وغیرہ۔ اب اگر وہ اس بدظنی سے بچتے تو ان کو جھوٹ کی لعنت کے نیچے نہ آنا پڑتا اور وہ اس سے بچ جاتے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ بدظنی بہت ہی بری بلا ہے جو انسان کے ایمان کو تباہ کر دیتی ہے اور صدق اور راستی سے دور پھینک دیتی ہے اور دوستوں کو دشمن بنا دیتی ہے۔ صدیقوں کے کمال حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ انسان بدظنی سے بہت ہی بچے۔ اور اگر کسی کی نسبت کوئی سوء ظن پیدا ہو، تو کثرت کے ساتھ استغفار کرے اور خدا تعالیٰ سے دعائیں کرے تاکہ اس معصیت اور اس کے برے نتیجہ سے بچ جاوے جو اس بدظنی کے پیچھے آنے والا ہے۔ اس کو کبھی معمولی چیز نہیں سمجھنا چاہئے۔ یہ بہت ہی خطرناک بیماری ہے جس سے انسان بہت جلد ہلاک ہو جاتا ہے۔

غرض بدظنی انسان کو تباہ کر دیتی ہے یہاں تک لکھا ہے کہ جس وقت دوزخی لوگ جہنم میں ڈالے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے یہی فرمائے گا کہ تم نے اللہ تعالیٰ پر بدظنی کی۔ ...... پس خوب یاد رکھو کہ بدظنی کا انجام جہنم ہے۔ اس کو معمولی مرض نہ سمجھو۔ بدظنی سے ناامیدی اور ناامیدی سے جرائم اور جرائم سے جہنم ملتا ہے۔ بدظنی صدق کی جڑ کاٹنے والی چیز ہے اس لئے تم اس سے بچو اور صدیق کے کمالات حاصل کرنے کے لئے دعائیں کرو"۔ (ملفوظات جلد اول [طبع جدید] صـ ۲۴۶، ۲۴۷)

حقیقی روحانی لطف وہی ہے جو اپنے اندر دوام رکھتا ہے

ابرار کی نیکیاں صرف اپنی ذات ہی کی نہیں بلکہ عالم کی نجات کا موجب بن جاتی ہیں

(خلاصہ خطبہ جمعہ ۲۳ فروری ۱۹۹۶ء)

لندن (۲۳ فروری) سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسجد فضل لندن میں خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے ہوئے رمضان المبارک کی برکتوں کو اپنی ذات میں دوام دینے کی طرف خصوصیت سے توجہ دلائی اور فرمایا کہ برکت وہی ہے جو دائمی طور پر ساتھ رہے۔ حقیقی روحانی لطف وہی ہے جو اپنے اندر دوام رکھتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ جنت کو دائمی قرار دیا گیا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ انبیاء پر کوئی ایسا دور نہیں آتا کہ جو نور انہوں نے خدا کی محبت میں کمایا ہو وہ ظلمتوں نے چھین لیا ہو۔ ان کے نور میں دوام پایا جاتا ہے اور وہی دوام ہے جو جنت بنے گا۔

حضور نے فرمایا کہ لوگ رمضان کے بعد پھر غفلت کی طرف لوٹ رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ رمضان کی تھکاوٹ دور کر لیں حالانکہ رمضان کی تھکاوٹ تو قرب الٰہی دور کیا کرتا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ نیکی مرتی نہیں ہے اور صرف یاد کے طور پر زندہ نہیں رہتی بلکہ اس میں نشوونما کی صلاحیت ہوتی ہے اور وہ فائدہ پہنچانے کی استطاعت رکھتی ہے۔ اس ضمن میں حضور ایدہ اللہ نے حدیث نبوی میں مذکور اس واقعہ کا ذکر فرمایا جب تین آدمی ایک سفر کے دوران ایک غار میں پھنس گئے تھے اور پھر ان میں سے ہر ایک کے بعض بدیوں سے بچنے کی وجہ سے ان کی اجتماعی نیکی کی وجہ سے انہیں اس مشکل سے نجات دی۔ حضور نے فرمایا کہ بدی سے رکنا بھی ایک نیکی ہے مگر اس کی جگہ اگر اعلیٰ خوبیاں نہ لے لیں تو وہ نیکی نیکی نہیں رہتی۔ ترک شر اپنی ذات میں کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتا اگر اس کے ساتھ لازمی نتیجہ کے طور پر خیر کو اپنایا نہ جائے۔ حضور نے فرمایا کہ بدی کے ترک کرنے کے ساتھ جو انسان کو روحانی قوت ملتی ہے اس سے نیکی کو قبول کرنے کی طرف میلان پیدا ہوتا ہے اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ ابرار کی نیکیاں صرف اپنی ذات ہی کی نہیں بلکہ عالم کی نجات کا موجب بن جاتی ہیں۔ اس پہلو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم وہ نور تھے جنہوں نے تمام عالم کو منور کر دیا۔ حضور نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات کے حوالہ سے بتایا کہ نور الٰہی کے فیضان کو حاصل کرنے کے لئے مناسبت شرط ہے۔ ہر انسان کو کچھ نہ کچھ نور فطرت عطا ہوا ہے اور جس حد تک عطا ہوا ہے اسی حد تک اگر وہ اپنے نور کو نور الٰہی سے ملانے کے لئے واقعۃً توجہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس پر نور اتارتا ہے۔ اس کے لئے محنت ضروری ہے جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا کہ اے انسان تو کافی محنت اور کوشش سے اپنے رب تک پہنچ کر اس سے ملاقات کر سکتا ہے۔

باقی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں

مختصرات

رمضان المبارک کے بعد حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی کلاسوں اور مجالس کے پروگرام حسب سابق دوبارہ شروع ہو چکے ہیں۔ صرف ایک تبدیلی یہ کی گئی ہے کہ آئندہ سے سوموار اور منگل کو ترجمۃ القرآن کلاس اور بدھ اور جمعرات کو ہومیو پیتھی کلاس ہوا کرے گی۔ باقی پروگراموں کے دونوں میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔

ناظرین MTA اور قارئین الفضل کی خدمت میں بطور یاددہانی تحریر ہے کہ اگر جمعہ کی اردو مجلس سوال و جواب کے لئے ان کے ذہن میں کوئی سوال ہو تو وہ بذریعہ خط یا بذریعہ فیکس مکرم پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کے نام لندن بھجوا دیا کریں۔ باری باری یہ سب سوالات حضور انور کی خدمت میں بغرض جواب پیش کر دیئے جائیں گے اور آپ کو براہ راست حضور انور کی زبان مبارک سے ان کے جوابات مل جائیں گے۔

ہفتہ ۱۷ فروری ۱۹۹۶ء

۱۵ فروری کے درس القرآن میں سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سورۃ النساء کی آیت نمبر ۲۰ کی جو تشریح بیان فرمائی تھی آج حضور انور نے اسکی مزید تشریح بیان فرمائی اور جماعت احمدیہ کو تلقین فرمائی کہ جماعت کو اپنے فقہ پر نظر ثانی کرنے کی ضرورت ہے اور ایسا کرنا بہت ضروری ہے تاکہ ورثہ کے بارہ میں اس میں جو سقم رہ گئے ہیں وہ دور کئے جاسکیں۔ نیز آپ نے

★ فاحشہ عورت کے محروم الارث ہونے پر مزید بحث فرمائی۔ ★ اسی طرح لفظ اتیتموھن کی وضاحت فرمائی کہ اس سے کیا کیا مراد ہے۔ ★ بیوہ پر مرحوم کے وارثوں کا اختیار کیا ہے؟ ★ اس آیت میں کن لوگوں سے خطاب ہے؟

★ اس آیت کے مضمون پر مشتمل حضرت مسیح موعودؑ کا ایک حوالہ پڑھ کر سنایا نیز جماعت کو تلقین فرمائی کہ حضرت مسیح موعودؑ کے اس قسم کے حوالجات وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہنے چاہئیں۔

اتوار ۱۸ فروری ۱۹۹۶ء

آج کے درس میں کلالہ کے ورثہ کے متعلق جو گفتگو کل ہو رہی تھی اسی کے سلسلہ میں حضور نے مزید گفتگو فرمائی اور اس سلسلہ میں شیعہ مفسرین کی تفاسیر میں سے حوالے سنا کر ان پر تنقیدی تبصرہ فرمایا۔

سوموار ۱۹ فروری ۱۹۹۶ء

کل کے درس القرآن میں بیان کردہ شیعہ مفسرین کی تفاسیر پر تنقیدی تبصرہ کے سلسلہ میں حضور انور ایدہ اللہ نے مزید گفتگو فرما کر کلالہ کی بحث کو مکمل فرمایا۔ باقی وقت سوالات کے لئے وقف تھا چنانچہ درج ذیل سوالات کئے گئے۔

★ ایک شخص جو پاکستان میں ہے اور اس کے بچے پاکستان سے باہر ہیں، اور وہ اپنی ساری جائیداد جماعت کے نام ہبہ کر چکا ہے۔ اگر اس کی وفات کے بعد اس کے بچے جائیداد کے ورثہ کا مطالبہ کرتے ہیں تو کیا ان کو ورثہ دیا جائے گا یا نہیں؟

★ کیا اموال غنیمت سے حاصل شدہ اموال کا بھی ترکہ ہوتا ہے؟

★ اگر ایک شخص اپنے کسی بچے کے نام "بےنامی جائیداد" کر دیتا ہے تو کیا اس شخص کے مرنے کے بعد وہ جائیداد بھی ورثہ میں تقسیم ہونی چاہئے؟

★ موجودہ دور میں جرائم معلوم کرنے کے لئے خفیہ کیمرے لگائے جاتے ہیں۔ کیا "فحشاء" کو معلوم کرنے کے لئے بھی ایسا کیا جاسکتا ہے اور کیا چار گواہوں کی بجائے اس کی وڈیو فلم ہی کافی گواہ ہے؟ ★ خاوند کی وفات کے بعد اس کی پنشن جو بیوہ کو ملتی ہے کیا وہ بھی ترکہ میں شمار ہوگی؟ ★ اگر بچے سمجھدار ہوں تو کیا والدین کا اپنی زندگی میں جائیداد کو بچوں میں برابر تقسیم کر دینا درست ہے؟

★ درس کے دوران حضور انور نے فرمایا تھا کہ حضرت ابراہیمؑ کو حضرت اسماعیلؑ کی پیدائش کی خوشخبری ہے۔ کیا درس میں بیان کردہ دو واقعات کی خوشخبری کو پہلی بار سمجھا جائے اور سورۃ الصفت کی خوشخبری کو دوسری بار؟

★ حضور انور نے حضرت ابن عباسؓ کا یہ مؤقف بیان فرمایا تھا کہ مرنے والا شخص صرف ۲۵% حصہ جائیداد کی اپنی مرضی سے وصیت کر سکتا ہے اور حدیث میں الثلث کثیر کے الفاظ ہیں۔ ان میں تطبیق کیسے کی جائے؟

منگل ۲۰ فروری ۱۹۹۶ء

آج اس رمضان المبارک کا آخری درس تھا اور جماعتی روایات کے مطابق حضور ایدہ اللہ نے قرآن کریم کی آخری تین سورتوں کا مختصر درس دیا اور مزید پر معارف نئے معانی بیان فرمائے اور اس کے بعد احباب کو بتایا کہ انہیں اس درس کے آخر میں ہونے والی اجتماعی دعا میں کن کن لوگوں اور امور کے لئے خاص طور پر دعا کرنی چاہئے۔

باقی صفحہ نمبر ۱۴ پر ملاحظہ فرمائیں

اداریہ

دعوت الی اللہ

انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا عظیم اور اعلیٰ ترین مقصد بھٹکی ہوئی انسانیت کو صراط مستقیم پر چلاتے ہوئے اسے خدائے واحد و یگانہ کی عظمت سے آشنا کرنا اور حقیقی موحد بنانا ہوتا ہے جس کے لئے وہ دن رات محنت کرتے اور ہر قسم کی نیک تدبیروں اور دعاؤں کے ساتھ لوگوں کو خدائے واحد کی طرف بلاتے ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ ؎

ہر رسولے آفتاب صدق بود — ہر رسولے بود مہر انورے
ہر رسولے بود ظل دیں پناہ — ہر رسولے بود باغ مثمرے
گر بدنیا نامدے ایں خیل پاک — کار دیں ماندے سراسر ابترے
ہر کہ شکر بعثت شاں نارد بجا — ہست او آلائے حق را کافرے
آں ہمہ کان معارف بودہ اند — ہر یکے از راہ مولیٰ مخبرے
ما ہمہ پیغمبراں را چاکریم — ہمچو خاکے اوفتادہ بردرے
ہر رسولے کو طریق حق نمود — جان ما قرباں بر آں حق پرورے

یعنی ہر رسول سچائی کا سورج تھا۔ ہر رسول ایک نہایت روشن آفتاب تھا۔ ہر رسول دین کو پناہ دینے والا سایہ تھا اور ہر رسول ایک پھل دار باغ تھا۔ اگر یہ پاک جماعت دنیا میں نہ آتی تو دین کا کام بالکل ابتر رہ جاتا۔ جو ان کی بعثت کا شکر بجا نہیں لاتا وہ حق تعالیٰ کی نعمتوں کا کافر ہے۔ وہ سب معرفت کی کان تھے اور ہر ایک مولیٰ کے راستے کی خبر دینے والا تھا۔ ہم تو سب پیغمبروں کے غلام ہیں اور خاک کی طرح ان کے دروازہ پر پڑے ہیں۔ ہر وہ رسول جس نے خدا کا راستہ دکھایا ہماری جان اس راستباز پر قربان ہے۔

ہمارا یہ بھی ایمان ہے کہ ؎

انبیاء روشن گہر ہستند لیک — ہست احمدؐ زاں ہمہ روشن ترے

تمام انبیاء روشن فطرت رکھنے والے ہیں مگر ہمارے سید و مولا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ان سب سے زیادہ روشن ہیں۔ صرف ایک دعوت الی اللہ کے پہلو سے ہی دیکھا جائے تو جس وسعت کے ساتھ، جس عظمت اور شان کے ساتھ اور جس محنت اور جانفشانی کے ساتھ اور جس کامیابی و کامرانی کے ساتھ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے دعوت الی اللہ کی ہے اس کی کوئی نظیر تاریخ انبیاء میں نہیں ملتی۔ آپ کی دعوت الی اللہ سابقہ انبیاء علیہم السلام کی طرح کسی ایک محدود علاقے یا زمانے سے مخصوص نہیں تھی، آپ کے مخاطبین میں کوئی معین قوم یا قبائل نہیں تھے بلکہ آپ قیامت تک کے تمام انسانوں کے لئے اللہ کی طرف سے رسول ہو کر مبعوث ہوئے اور تمام بنی نوع انسان کی ہدایت کا فریضہ آپ کو سونپا گیا۔ چنانچہ کیا چھوٹے اور کیا بڑے، کیا مرد اور کیا عورتیں، کیا گورے اور کیا کالے، کیا عربی اور کیا عجمی، کیا شرقی اور کیا غربی، کسی قوم، کسی گروہ کو بھی آپؐ نے اپنی دعوت الی اللہ سے باہر نہیں چھوڑا۔ اور پھر اس عظیم مقصد کو پورا کرنے کے لئے نہ دن دیکھا نہ رات، نہ سفر اور نہ حضر، نہ تنگی اور نہ آسائش، ہر وقت اور ہر حال میں آپؐ کو صرف ایک ہی فکر دامن گیر تھا کہ کسی طرح یہ لوگ جو خدا سے دور ہیں وہ خدا تعالیٰ کی سچی توحید کو پہچان لیں۔ یہی غم تھا جو ہر لحہ آپؐ کو گداز کئے رکھتا تھا۔ حتیٰ کہ خود اللہ تعالیٰ نے عرش سے آپ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ کیا تو اس غم میں کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے اپنے آپ کو ہلاک کر لے گا۔ آپؐ کی دعوت الی اللہ اس قدر عظمت اور شان رکھتی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام قرآن مجید میں آپ کو "داعیا الی اللہ باذنہ" کے خطاب جلیل سے نوازا یعنی آپ اللہ کے حکم سے اس کی طرف بلانے والے نہایت عظیم وجود ہیں جس کی کوئی نظیر نہیں پائی جاتی۔

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی دعوت الی اللہ کے لئے یہ بے قراری اور اضطراب اس لئے تھا کہ آپ اس حسن ازل کی صفات حسنہ کی جلوہ گری دیکھ چکے تھے اور اس کے قرب اور محبت کے مزے آپؐ کو حاصل تھے۔ یہ اس "نور السماوات والارض" کے نور کی عظیم تجلیات ہی تھیں جنہوں نے آپؐ کو از خود رفتہ کر دیا تھا اور اس سراپا محبت اللہ کی محبت اور پیار اور اس کے الطاف و عنایات تھیں جنہوں نے آپؐ کو اس کی راہ میں دیوانہ بنا دیا تھا۔ اس کی خاطر دنیا کی تمام اذیتوں اور مصائب کو آپؐ حقیر اور معمولی جانتے تھے اور آپ کی عبادتیں اور قربانیاں اور آپ کا مرنا اور جینا سب کچھ اللہ رب العالمین کے لئے ہو چکا تھا۔ اور آپؐ کی شدید تمنا تھی کہ کسی طرح باقی دنیا بھی اس حسن کی طرف متوجہ ہو اور اس نور سے حصہ پائے جو خدا نے مجھے عطا فرمایا ہے۔ اور اس خدائے واحد کو اپنا معبود و معشوق بنا لے جو میرا محبوب اور معشوق ہے کیونکہ آپؐ ذاتی تجربہ سے جانتے تھے کہ اس سے دوری میں ظلم ہی ظلم اور اندھیرا ہی اندھیرا ہے اور انسان کی تمام تر فلاح و نجات اسی میں ہے کہ وہ اللہ نور السماوات والارض سے اپنا تعلق قائم کرے۔

حقیقت یہ ہے کہ دعوت الی اللہ صحیح معنوں میں وہی کرنے کا حق رکھتا ہے جو خود خدا سے ذاتی تعلق رکھتا ہو، اس میں خدا والا ہونے کی علامات دکھائی دیں۔ اللہ سے تعلق کے نتیجہ میں اس کے اپنے نفس کی ظلمات دور ہو کر اس میں نور اور روشنی جھلکنے لگے۔ وہی ہے جس کی دعوت الی اللہ ثمر آور ہوتی ہے۔ ورنہ جسے خود اللہ پر ایمان حاصل نہیں، جسے اللہ تعالیٰ کی صفات حسنہ عالیہ کا عرفان نصیب نہیں، جو اللہ کے پیار کی لذت سے محروم ہے، جو خود اس کے عشق سے عاری ہے وہ دوسرے کو اللہ کی طرف کیسے دعوت دے سکتا ہے اور اس کی دعوت کیا اثر پیدا کر سکتی ہے؟۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کے حکم سے یہ اعلان فرمایا کہ "ھذہ سبیلی ادعوا الی اللہ علیٰ بصیرۃ انا و من اتبعنی" (یوسف:۱۰۹) ۔ کہ یہ میرا راستہ ہے، میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں میں بھی بصیرت پر قائم ہوں اور وہ بھی جو میرے پیروکار ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کو خدا کی طرف بلایا آپؐ کی پیروی کی برکت سے وہ بھی نورانی وجود بن گئے۔ یہ وہ مضمون ہے جس کی طرف ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے خطبات میں بار بار احباب جماعت کو متوجہ فرما رہے ہیں کہ سراج منیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے نور سے حصہ پاتے ہوئے، اپنے وجود میں اس روشنی کو لے کر پھر دعوت الی اللہ کریں تو یہ وہ دعوت الی اللہ ہے جس کے نتیجہ میں دنیا کی ظلمات کافور ہونگی اور تمام عالم توحید کے نور سے منور ہو گا۔

جوں جوں اس سال کی عالمی بیعت کی تقریب کا وقت قریب سے قریب تر آ رہا ہے دنیا بھر کے احمدیوں کی دعوت الی اللہ کے جہاد میں مصروفیات میں بھی غیر معمولی تیزی پیدا ہو رہی ہے۔ اے خدا تو ان تمام مہمات دینیہ، عالیہ کو کامیابیوں اور کامرانیوں سے نواز اور عالمگیر غلبہ اسلام کے لئے کی جانے والی تمام مساعی میں داعیان الی اللہ کا معین و مددگار ہو۔ آمین۔

السید حلمی الشافعی (مرحوم)

ترجماں گفتۂ محبوب کی تھی تیری زباں

منتظر گرچہ رہا مصر کا بازار ترا
تیرا یوسف تھا مگر خود بھی خریدار ترا

طرز محبوب تھا پیرایہ اظہار ترا
لفظ لفظ اس کا ہوا حاصل گفتار ترا

ترجماں گفتہ محبوب کی تھی تیری زباں
ذرہ ذرہ تیرا تھا اس میں طرفدار ترا

ان کا ہر لفظ تھا تیرے لئے در نایاب
ذکر یوں کرتے تھے لب ہائے گہربار ترا

یہ وفا کا تھا تقاضا یا محبت کا فسوں
تجھ کو لے آیا وطن سے دل بیمار ترا

حلقہ عشق میں لے آیا تجھے جذبہ شوق
آگیا کام ترے طالع بیدار ترا

مل گئی حسن کی محفل میں پذیرائی تجھے
اور پھر دیدنی تھا جذبہ دیدار ترا

دست محبوب پہ لب رکھ دیئے تو نے اکثر
اور بھڑک اٹھتا رہا شعلہ رخسار ترا

تو نے جس سایہ دیوار میں پایا تھا سکوں
منتظر آج ہے وہ سایہ دیوار ترا

غمزدہ ایک مرا دیدہ پرنم ہی نہیں
سوگوار آج ہے اک زمرہ ابرار ترا

فرش پر گرچہ ترے چاہنے والے تھے بہت
عرش پر تیرا خدا بھی تھا طلبگار ترا

(عبدالمنان ناہید)

بقیہ:- خلاصہ خطبہ جمعہ

حضور نے فرمایا کہ ابھی وقت ہے کہ ہاتھوں سے جاتے ہوئے رمضان کا جتنا حصہ روک سکتے ہیں روک لیں۔ اگر آپ کو غصے پر ویسا ہی کنٹرول ہے جیسا کہ رمضان سے پہلے تھا، اگر نفس کی پیروی سے رکنے کی آپ کو مزید طاقتیں نصیب نہیں ہوئیں، اگر نیکی کا ایسا لطف نہیں آیا کہ اور نیکیاں کرنے کو جی چاہے اور جو نیکیاں ہو گئی ہیں ان کو چھوڑنے کو دل نہ چاہے، یہ مضامین ہیں جن پر غور کرنے سے آپ اس دکاندار کی طرح ہونگے جو رات کو جائزہ لیتا ہے کہ میں نے کیا کھویا اور کیا پایا ہے۔ حضور نے فرمایا میں نہیں چاہتا کہ جماعت غافلین کی جماعت ہو۔ داعی الی اللہ کے لئے سراج منیر ہونا ضروری ہے۔ ایسے چمکتے ہوئے نورانی وجود کے طور پر دنیا کے سامنے ابھریں جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے سراج منیر کا کچھ حصہ موجود ہو۔

حضور نے فرمایا کہ اگر پیار اور محبت سے محمدؐ رسول اللہ کا نور آپ نے مانگا اور اپنایا تو اس نور میں بڑھنے اور پھیلنے کی صلاحیت ہے۔ دعوت الی اللہ کے پھل جب ایسے داعیان الی اللہ کو لگتے ہیں جو نور کی روشنی لے کر چلتے ہیں تو وہ بھی اس نور سے حصہ پاتے ہیں۔

(دسویں قسط)

مسیحیت
ایک سفر حقائق سے فسانہ تک

Christianity —— A journey from facts to fiction

سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کی معرکہ آراء انگریزی تصنیف کا اردو ترجمہ

[یہ اردو ترجمہ مکرم مسعود احمد خان صاحب دہلوی (سابق ایڈیٹر روزنامہ الفضل حال جرمنی) نے کیا ہے جسے ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے - مدیر]

مجبوری اور بے دلی کی آئینہ دار قربانی

اب ہم مسیح کو صلیب دئے جانے کے واقعہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ خود اس واقعہ کی تفصیلات پر غور کرتے ہوئے بھی ہم ایک عقدہ لاینحل سے دوچار ہوئے بغیر نہیں رہتے۔ جیسا کہ ہمیں بالاصرار بتایا جاتا ہے یہ مسیح ہی تھا جس نے خود اپنی مرضی سے اپنے آپ کو قربانی کے لئے "باپ خدا" کے حضور پیش کیا۔ اور یہ کہ اسی لئے اسے پوری نوع انسانی کے گناہوں کے کفارہ کے طور پر قربانی کا بکرا بنایا گیا البتہ اس کفارہ سے فیض پانے کے لئے یہ شرط عائد کی گئی کہ لوگ اسے برحق تسلیم کرتے ہوئے اس پر ایمان لائیں۔ لیکن حقیقت الامر کے طور پر ایک بالکل مختلف منظر ہماری آنکھوں کے سامنے ابھرتا ہے۔ ہم دیکھتے یہ ہیں کہ جب مسیح کی خواہش کے پورا ہونے کا وقت قریب آتا ہے اور بالآخر گناہوں میں ملوث بنی نوع انسان کو نئے دن کے چڑھنے والے سورج کی طرح امید کی کرن پھوٹتی محسوس ہوتی ہے تو تاریخ انسانی کے اس اہم موقع پر جب ہم اس توقع کے ساتھ مسیح کی طرف نظر اٹھاتے ہیں کہ بنی نوع انسان کی خاطر قربانی پیش کرنے میں اس کی خوشی و مسرت، روحانی کیف و سرور اور اس کے عالم وارفتگی کا نظارہ کریں تو ہمیں بے حد مایوسی کے عالم میں فریب خوردگی کا شکار ہونا پڑتا ہے۔ بے صبری اور بے چینی سے اس لمحہ مسرت کا انتظار کرنے والے مسیح کی بجائے ہمارا واسطہ پڑتا ہے ایک رونے، چلانے اور دہائی دینے والے مسیح سے جو اپنے "باپ خدا" سے بصد منت یہ التجا کر رہا ہے کہ اے باپ! موت کے اس کڑوے پیالے کو مجھ سے ٹال دے۔ بلکہ انجیل سے پتہ لگتا ہے کہ واقعہ صلیب سے قبل مسیح نے ایک فیصلہ کن اور دوررس نتائج کا حامل طویل دن گزارا اور اس کے بعد آنے والی ایک سیاہ اور اذیت ناک رات جو دردناک انجام پر منتج ہونے والی تھی دعائیں کرتے ہوئے گزاری۔ ایسے کڑے دن کے بعد آنے والی کڑی رات کی بے چین گھڑیوں میں جب مسیح نے اپنے ایک شاگرد کو اونگھتے ہوئے پایا تو اسے بہت ڈانٹا اور برا بھلا کہا۔ اس سارے واقعہ کو بائبل نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

"اس وقت مسیح ان (یعنی شاگردوں) کے ساتھ گتسمنی نام ایک جگہ میں آیا اور اپنے شاگردوں سے کہا یہیں بیٹھے رہنا جب تک کہ میں وہاں جاکر دعا کروں اور پطرس اور زبدی کے دونوں بیٹوں کو ساتھ لے کر غمگین اور بے قرار ہونے لگا۔ اس وقت اس نے ان سے کہا میری جان نہایت غمگین ہے یہاں تک کہ مرنے کی نوبت پہنچ گئی ہے۔ تم یہاں ٹھہرو اور میرے ساتھ جاگتے رہو۔ پھر ذرا آگے بڑھا اور منہ کے بل پر گر کر یوں دعا کی کہ اے میرے باپ! اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے۔ تو بھی نہ جیسا میں چاہتا ہوں بلکہ جیسا تو چاہتا ہے ویسا ہی ہو۔ پھر شاگردوں کے پاس آکر ان کو سوتے پایا اور پطرس سے کہا کیا تم میرے ساتھ ایک گھڑی بھی نہ جاگ سکے؟ جاگو اور دعا کرو تاکہ آزمائش میں نہ پڑو۔ روح تو مستعد ہے مگر جسم کمزور ہے۔ پھر دوبارہ اس نے جاکر یوں دعا کی کہ اے میرے باپ! اگر یہ میرے پئے بغیر نہیں ٹل سکتا تو تیری مرضی پوری ہو۔ اور آکر انہیں پھر سوتے پایا کیونکہ ان کی آنکھیں نیند سے بھری تھیں۔ اور ان کو چھوڑ کر پھر چلا گیا اور پھر وہی بات کہہ کر تیسری بار دعا کی"۔

(متی باب ۲۶ آیات ۳۶ تا ۴۴)

پھر صلیب پر لٹکی ہوئی حالت میں مسیح کی زبان سے غم میں ڈوبی ہوئی جو آخری چیخ (یعنی اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا) نکلی اس کے متعلق کئی سوال ذہن میں ابھرتے ہیں۔ پہلا اور بنیادی سوال تو یہی ہے کہ وہ انتہائی غم ناک اور دردانگیز الفاظ کس نے کہے تھے؟ مراد یہ کہ ان الفاظ کو اپنی زبان سے ادا کرنے والا "انسان مسیح" تھا یا ابن اللہ کی حیثیت سے "خدا مسیح" نے یہ الفاظ کہے تھے؟ سوچنے والی بات یہ ہے کہ کسے چھوڑ دیا گیا؟ کس نے چھوڑا؟ اور چھوڑا تو کیوں چھوڑا؟ اگر یہ الفاظ "انسان مسیح" نے کہے تھے تو پھر ایک طے شدہ امر کے طور پر یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ "انسان مسیح" نے بحیثیت انسان اپنی اکیلی اور آزاد شخصیت کو آخری سانس تک برقرار رکھا اور وہ شخصیت اپنی اکیلی ذات میں ایسی تھی کہ وہ سوچ بھی سکتی تھی اور محسوس بھی کر سکتی تھی۔ جب اس انسانی جسم سے جس میں ابن اللہ کی حیثیت سے خدا سمایا ہوا تھا خدا کی روح نے اپنا رشتہ منقطع کیا تو مرا کون؟ اگر روح کے رخصت ہونے کے بعد یہ انسانی جسم ہی تھا جس پر موت وارد ہوئی تو پھر سوچنا اور غور کرنا چاہئے کہ جب خدا کی روح اس میں دوبارہ واپس آئی تو وہ کون تھا جو مردوں میں سے جی اٹھا؟ ظاہر ہے کہ انسانی جسم ہی دوبارہ زندہ ہوا۔

یہ صورت حال ہمیں باور کراتی ہے کہ صلیب پر خدا کے بیٹے نے دکھ نہیں اٹھایا۔ یہ "انسان مسیح" ہی تھا جو صلیب پر دکھ جھیل رہا تھا اور انتہائی تکلیف کی حالت میں "انسان مسیح" کا مادی جسم ہی بے اختیار پکار اٹھا تھا کہ اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟ اس کے بالمقابل ابن اللہ ہونے کی حیثیت سے "خدا مسیح" کمال لاتعلقی اور سردمہری کا مظاہرہ کرتے ہوئے "انسان مسیح" کی تکلیف اور اذیت کا نظارہ کرتا رہا۔ ایسی صورت میں اس دعوے کا کیا جواز باقی رہ جاتا ہے کہ نوع انسانی کے دکھوں کے ازالہ کے لئے "انسان مسیح" نے نہیں بلکہ خدا کے بیٹے نے خود دکھ اٹھایا۔

دوسری امکانی صورت یہ ہے کہ ہم یہ فرض کریں کہ یہ "ابن اللہ مسیح" ہی تھا جو صلیب پر چلا اٹھا تھا جبکہ اس کی ذات میں موجود "انسان مسیح" غالباً نئی زندگی شروع کرنے کی امید میں سب کچھ وقوع پذیر ہوتا دیکھ رہا تھا اور دیکھ بھی رہا تھا اس موہوم توقع اور مذبذب احساس کے زیر اثر کہ "ابن اللہ مسیح" کی قربانی کے ساتھ ساتھ خود اسے (یعنی "انسان مسیح" کو) بھی خواہ وہ اسے پسند کرے یا نہ کرے اپنے باہم دگر ایک ساتھ زندگی بسر کرنے والے معصوم و بے خطا ساتھی کی قربان گاہ پر ذبح کر دیا جائے گا۔ غالباً یہ ایک اور سربستہ راز ہے کہ عدل کا وہ کون سا مفہوم تھا جس نے خدا کو دو پرندوں کا ایک ہی پتھر سے شکار کرنے پر ابھارا۔

اگر یہ سب ماجرا خدا کے بیٹے کے ساتھ گزرا (اور جملہ عیسائی فرقوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ یہ سب بیتی خدا کے بیٹے پر ہی تھی) تو پھر پہلے سوال کے جواب میں ہی سے دوسرا سوال یہ ابھرتا ہے کہ متی باب ۲۶ آیات ۳۹ تا ۴۲ کی رو سے مسیح صلیب پر ہم کلامی کے وقت کس سے مخاطب تھا؟ اس ضمن میں دو ہی امکانی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ مسیح اس وقت "باپ خدا" سے ہم کلام تھا اور اس سے شکوہ کر رہا تھا کہ عین ضرورت کے وقت میں اسے اکیلا چھوڑ دیا گیا۔ اندریں صورت یہ باور کرنے کے سوا چارہ نہیں کہ باپ اور بیٹا دو علیحدہ علیحدہ وجود تھے جو باہم کسی ایک وجود میں مدغم ہو کر ایک ایسے وجود واحد کے طور پر موجود نہیں ہو سکتے تھے کہ وہ جملہ صفات میں برابر کے شریک ہوں اور ساتھ کے ساتھ ان صفات کو بروئے کار لانے میں بھی ان کا برابر کا حصہ ہو۔ ان میں سے ایک مختار کل نظر آتا ہے جسے ثالث و حکم کے طور پر آخری اور حتمی فیصلے کرنے اور انہیں عملاً نافذ کرنے کی پوری قدرت حاصل ہے۔ دوسرا بے چارہ ہے تو اس کا بیٹا (یعنی ابن اللہ) لیکن اس غریب کو خواہ عارضی طور پر ہی سہی غلبہ کے آئینہ دار ان تمام قادرانہ اوصاف سے محروم کر دیا گیا ہے جو اس کے باپ کو بلاتوقف حاصل ہیں۔ جس مرکزی نکتہ پر نظر اور توجہ کو بہر طور مرتکز رکھنا ضروری ہے وہ یہ حقیقت ہے کہ "باپ" اور "بیٹے" کی باہم متخالف و متقابل خواہشات اور تمنائیں کسی اور معاملہ میں ایک دوسرے سے اس درجہ متصادم دکھائی نہیں دیتیں جتنی کہ ڈرامہ صلیب کے آخری سین (اختتامی منظر) میں ان کا باہمی ٹکراؤ اپنے عروج پر نظر آتا ہے۔ دوسری امکانی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ مسیح ابن اللہ ہونے کی حیثیت سے خود اپنے آپ سے ہم کلام تھا اور خود کردہ راچہ علاج کے باوجود خود اپنے آپ سے ہی شکوہ سنجی میں مصروف تھا۔ ایسی صورت میں یہ اشکال سامنے آئے بغیر نہیں رہے گا کہ اگر وہ "دو ہونے کے باوجود ایک" (یعنی دو میں ایک) تھے اور ساتھ ہی "ایک ہونے کے باوجود دو" (یعنی ایک میں دو) بھی تھے تو کیا یہ ایک دوسرے سے ممیز و ممتاز شخصیتیں رکھنے والے وجود اپنے اپنے ذاتی خیالات، ذاتی اقدار اور ذاتی اوصاف رکھتے ہوئے درد بھی محسوس کرتے تھے اور اذیتیں بھی جھیلتے تھے۔ اس کی رو سے ایک اور سوال ماہرین دینیات کے مابین طویل بحث و مباحثہ کا موضوع بنے بغیر نہ رہے گا اور وہ سوال یہ ہے کہ کیا یہ ممکن ہے کہ خدا دکھ اٹھائے، درد کی تکلیف برداشت کرے اور سزا بھی بھگتے۔ اور اگر ایسا ممکن ہے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ صرف نصف خدا یہ سب کچھ بھگتے گا جبکہ دوسرا نصف خدا اپنی وضع فطرت یا اپنی منفرد خاصیت کے زیر اثر ایسا کرنے سے مبرا یعنی بری الذمہ ہو گا۔ جب ہم اس تہہ در تہہ اور پیچ در پیچ الجھی ہوئی فلاسفی کے گہرے ہوتے ہوئے وسعت پذیر سایوں کی دنیا میں آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں تو بچی کھچی روشنی بھی مدھم سے مدھم ہوتی چلی جاتی ہے اور پراگندگی کے انبار پر انبار لگتے چلے جاتے ہیں۔ مزید برآں اس ضمن میں کہ اگر مسیح خود خدا تھا تو وہ صلیب پر ہم کلامی کے وقت کس سے مخاطب تھا ایک اور اشکال کا پیدا ہونا بھی ناگزیر ہے اور وہ یہ ہے کہ ہمیں بتایا یہ جاتا ہے کہ جب اس نے باپ کو مخاطب کیا تو وہ خدا کا اٹوٹ انگ یا بالفاظ دیگر اس کے وجود کا غیر منفک جزو تھا اور جزو بھی ایسا کہ جس کی بناء پر اسے خود بھی خدا کا درجہ حاصل تھا تو طبعاً سوال یہ پیدا ہو گا کہ وہ کہہ کیا رہا تھا اور کہہ کس سے رہا تھا؟ اس سوال کا جواب محض پہلے سے موجود عقیدے کا سہارا لئے بغیر عقل و شعور اور فطری طور پر آزاد ضمیر کی روشنی میں دینا ضروری ہے۔ کوئی نظریہ اعتقاد کا روپ اس وقت دھارتا ہے کہ جب اسے انسانی فہم و ادراک کی گرفت میں لانے والے الفاظ و کلمات اور مروجہ اصطلاحات کی رو سے واضح نہ کیا جا سکے۔ بائبل کے بیان کی رو سے جب مسیح کی روح قفس عنصری سے پرواز کرنے لگی تو مسیح نے "باپ خدا" کو مخاطب کرتے ہوئے بآواز بلند کہا "تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا ہے" یہ معمہ حل طلب ہے کس نے کس کو چھوڑا تھا؟ کیا خدا نے خدا کو چھوڑ دیا تھا؟۔

قربان کسے کیا گیا؟

اس سارے معاملہ کا ایک اور پہلو جسے ذہن میں لانا اور جس پر توجہ مرتکز رکھنا ضروری ہے یہ ہے کہ مسیح کی دہری شخصیت میں جو انسان پوشیدہ تھا فی الاصل اسے بھی سزا نہیں دی گئی اور نہ اسے سزا دی جانی چاہئے تھی کیونکہ وہ کسی بھی منطق کی رو سے سزا کا مستحق نہیں بنتا

خریداران سے گزارش

اپنے پتہ کی تبدیلی یا تصحیح کے لئے اطلاع دیتے وقت ایڈریس لیبل پر درج AFC حوالہ نمبر ضرور درج کریں شکریہ

(مینیجر)

تھا۔ بنا کیسے جبکہ اس نے جملہ بنی نوع انسان کے گناہوں کا بار اٹھانے پر کبھی آمادگی ظاہر نہ کی تھی۔ ہماری اس بحث میں معاملہ کے اس پہلو نے ابھر کر ہمیں مخصوص نوعیت کی ایک نئی صورت حال سے دوچار کر دیا ہے جس پر ہم نے پہلے غور نہیں کیا۔ جب انسان اس پر غور کرتا ہے تو یہ سوچ کر حیرت میں پڑے بغیر نہیں رہتا کہ مسیح کی شخصیت میں جو انسان پوشیدہ تھا وہ بھی تو آدم اور حوا کی نسل کے تمام دوسرے انسانوں کی طرح گناہ کے موروثی رجحان و میلان کا حامل تھا۔ مسئلہ زیر بحث کے اس پہلو پر غور کرنے والا شخص زیادہ سے زیادہ یہ یقین کرنے کی طرف مائل ہو سکتا ہے کہ "ابن اللہ" کے دہری شخصیت اختیار کرنے کی وجہ سے ایک ہی جسم میں خدا کا بیٹا اور انسان دونوں سمائے ہوئے تھے۔ ان دونوں میں سے صرف خدا کا بیٹا ہی معصوم تھا۔ لیکن اس ایک ہی مادی جسم کے اندر "ابن اللہ" کے پہلو بہ پہلو جو انسان موجود تھا اس کے متعلق کیا سمجھا اور کیا نظریہ قائم کیا جائے۔ یعنی یہ کہ کیا وہ بھی توارثی اجزاء (Genes) اور ان کے نتیجہ میں تشکیل پانے والے کردار کی ہی پیداوار تھا جو براہ راست خدا نے مہیا کئے تھے؟ اگر ایسا ہی تھا تو پھر اسے مسیح کے وجود میں سمویا ہوا ہونے کی حالت میں الوہیت کے آئینہ دار طرز عمل اور روش کا مظاہرہ کرنا چاہئے تھا۔ اگر وہ بار بار فرض ناشناسی اور کمزوری کا مظاہرہ کرتا ہوا نظر آتا ہے تو یہ عذر کہ اس سے یہ فرض ناشناسی اور کمزوری اس لئے سرزد ہوئی کہ وہ ایک انسان تھا قابل قبول نہ ہوگا۔ اگر مسیح کی ذات میں موجود انسان کے اندر الوہیت کا کوئی جز یا اس کی کوئی رمق تک نہ تھی تو پھر ہمیں تسلیم کرنا ہوگا کہ وہ محض ایک عام انسان تھا بلکہ شاید انسان بھی تھا ادھورا۔ تاہم وہ انسانی شخصیت جو مسیح میں مدغم تھی اس کا اس حد تک انسان ہونا ضروری تھا کہ وہ گناہ کے موروثی میلان کا حصہ دار ٹھہر سکتا۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ وہ گناہ کے موروثی میلان کا ورثہ پانے سے بری تھا تو لازماً سوال پیدا ہوگا کہ ایسا کیوں ہوا اور اگر ہوا تو ہوا کیسے؟ یہ امر ظاہر و باہر ہے اور اسے بیان کرنے کی چنداں ضرورت بھی نہیں کہ مسیح کی شخصیت میں موجود انسان اپنے الوہیت کے حامل ساتھی سے یکسر مختلف ہونے کے باعث اپنی آزاد حیثیت میں ضرور گناہ کرتا اور اپنے کردہ گناہ کی تمام تر ذمہ داری خود اپنے انسانی کندھوں پر اٹھاتا۔ یہ تمام روداد یا منظرنامہ مکمل قرار نہیں پائے گا جب تک کہ ہم مسیح ابن اللہ کو اس طور پر پیش نہ کریں کہ وہ نوع انسان کی خاطر مرنے اور جان دینے میں باطنی خلش سے یکسر مبرا نہ تھا۔ اس کو اپنے ادھورے بھائی کی جو اس کی شخصیت میں موجود تھا ضرور فکر لاحق ہوئی ہوگی کہ وہ بے چارہ اس کے ساتھ بلاوجہ دکھ اٹھا رہا ہے۔ اس تمام وقوعہ کو اس کی لاینحل پیچیدگیوں کے باعث عقلی اور ذہنی طور پر ہضم کرنا اگر ناممکن نہیں تو انتہائی مشکل اور غایت درجہ محال ضرور ہے۔ اس کے بالمقابل ہمارے نقطہ نگاہ سے فی الحقیقت جو کچھ ظہور میں آیا امر واقعہ کے طور پر اس میں قطعاً کوئی قباحت نہیں۔ اور وہ نقطہ نظر یہ ہے کہ کسی دوئی یا دہری شخصیت کے مخمصے میں پھنسے بغیر مسیح بہرحال ایک انسان تھا اور صلیب پر اس معصوم انسان کے منہ سے حیرت اور الم و کرب میں ڈوبی ہوئی جو چیخ نکلی وہ اس وقت کی مخصوص اور پریشان کن صورت حال کا ایک لازمی تقاضا تھی۔

قدرتی طور پر مسیح کو لاحق ہونے والی تشویش

میں ایک دفعہ پھر یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ ایسا ہرگز نہیں ہے کہ (نعوذباللہ) میں مسیح علیہ السلام پر ایمان نہیں رکھتا۔ میں یقیناً ان کے منجانب اللہ ہونے پر ایمان رکھتا ہوں اور خداتعالیٰ کے مبعوث کردہ ایک پیغمبر کی حیثیت سے ان کا بے حد احترام کرتا ہوں اور ان سے گہری عقیدت رکھتا ہوں اور کیوں نہ رکھوں جبکہ وہ ایک ایسے نبی تھے جنہیں خداتعالیٰ کی راہ میں غیر معمولی قربانیاں دینا پڑیں۔ میرے ایمان اور اعتقاد کی رو سے مسیح اپنی تمام تر پاکبازی اور تقدس کے باوجود تھے ایک انسان۔ انہیں ابتلاء اور آزمائش کے ایک طویل دور میں سے گزرنا پڑا۔ اس وضاحت کے بعد میں جس امر کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ خود انجیل کے بیان کی رو سے واقعہ صلیب کی جو تفاصیل ہمارے سامنے آتی ہیں اور پھر جس رنگ میں یہ واقعہ اپنے اختتام کو پہنچتا ہے اس تمام صورت حال کے پیش نظر یہ باور کرنے کے سوا چارہ نہیں رہتا کہ مسیح نے صلیب پر جان دینے کے لئے اپنے آپ کو رضاکارانہ طور پر پیش نہیں کیا تھا۔ جس روز اس کے دشمنوں نے اسے صلیب دے کر جان سے مار دینے کی کوشش کی ہم دیکھتے ہیں کہ وہ دن طلوع ہونے سے قبل مسیح نے ساری رات اپنے شاگردوں کے ہمراہ دعا کرنے میں بسر کی۔ وہ رات بھر دعا کرتا رہا اور اس لئے کرتا رہا کہ اس کڑے وقت میں اس کے اپنے دعویٰ مسیحیت کی صداقت کے لوگوں کی نگاہ میں مشتبہ ہونے کا زبردست خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ وہ اس لئے کہ عہدنامہ قدیم میں یہ بات درج ہے کہ اگر ایک مفتری خدا کی طرف ایسی باتیں منسوب کرے گا جو خدا نے نہیں کہیں اسے درخت سے ٹانگ دیا جائے گا اور وہ ایک لعنتی موت مرے گا۔ چنانچہ عہدنامہ قدیم کی پانچویں کتاب میں لکھا ہے:۔

"لیکن جو نبی گستاخ بن کر کوئی ایسی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اس کو حکم نہیں دیا یا اور معبودوں کے نام سے کچھ کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے"۔

(استثناء باب ۱۸، آیت ۲۰)

"اور اگر کسی نے کوئی ایسا گناہ کیا ہو جس سے اس کا قتل واجب ہو اور تو اسے مار کر درخت سے ٹانگ دے تو اس کی لاش رات بھر درخت پر لٹکی نہ رہے بلکہ تو اسی دن اسے دفن کر دینا کیونکہ جسے پھانسی ملتی ہے وہ خدا کی طرف سے ملعون ہے" (استثناء باب ۲۱ آیات ۲۲، ۲۳)

مسیح جانتا تھا کہ اگر خدانخواستہ ایسا ہو گیا (یعنی اسے صلیب پر لٹکا کر مار دیا گیا) تو یہودی وجد میں آ کر خوشی سے جھوم اٹھیں گے اور بڑی مسرت کا اظہار کریں گے۔ وہ اسے (یعنی مسیح کو) مفتری قرار دے کر کہیں گے کہ اس کا مفتری ہونا مقدس صحیفوں کی رو سے اس طور پر ثابت ہو گیا ہے کہ اس میں شبہ کی ذرہ بھر گنجائش نہیں رہی۔ یہ تھی وہ بات جس کی وجہ سے مسیح موت کے کڑوے پیالے سے بچنا چاہتا تھا۔ وہ بزدلی کی وجہ سے نہیں بلکہ اس خدشہ کے زیر اثر اس وقت موت سے بچنے کو ضروری سمجھتا تھا کہ اگر موت کا پیالہ نہ ٹلا اور وہ صلیب پر مارا گیا تو اس کی قوم کے لوگ (یہودی) گمراہ ہو جائیں گے اور وہ اس کی صداقت کو شناخت کرنے میں ناکام رہیں گے۔ چنانچہ تمام رات وہ اس قدر بے بسی اور بیکسی کی حالت میں دعا کرتا رہا کہ اس کے کرب و اضطراب اور اذیت کا حال پڑھ کر دل شق ہو جاتا ہے۔ جب زندگی کا یہ اصلی ڈرامہ اپنے انجام اور اختتام کی طرف بڑھتا ہے تو مسیح کی جذباتی الم انگیزی، یاسیت اور ناامیدی کی کیفیت اس کی آخری پکار ـــ "ایلی ایلی لما شبقتنی" ـــ سے پورے طور پر عیاں ہو جاتی ہے۔

یہ بات توجہ کے لائق ہے کہ وہ آخری چیخ یا پکار صرف دکھ اور اذیت میں ہی نہیں ڈوبی ہوئی تھی بلکہ خوف کی حدوں کو چھونے والا استعجاب بھی اس میں رچا ہوا تھا۔ اس کے بعض مخلص و وفادار شاگردوں کی تگ و دو اور کاوش سے اسے ہوش میں لایا گیا۔ انہوں نے اس کے زخموں پر ایک مرہم لگایا۔ یہ مرہم انہوں نے مسیح کو صلیب پر لٹکائے جانے سے قبل ہی تیار کر لیا تھا۔ اس مرہم میں وہ جملہ ادویہ اور دیگر اجزاء شامل کئے گئے تھے جو درد کی تکلیف کو کم کرنے اور زخموں کو مندمل کرنے کی خاصیت اور تاثیر کے حامل تھے۔ اپنے آپ کو زندہ پا کر اور زخموں کو مندمل ہوتا دیکھ کر مسیح کو کس قدر مسرت انگیز حیرت ہوئی ہوگی اور محبت کرنے والے اپنے صادق الوعد خدا پر اس کا ایمان کس شان سے اور بھی زیادہ پختہ ہو گیا ہوگا۔ اس وقت ایسی گہرائی اور گیرائی کی حامل بے انتہا خوشی شاید ہی کسی اور شخص کے حصہ میں آئی ہو۔

یہ حقیقت کہ مرہم پہلے ہی تیار کر لیا گیا تھا خود اپنی ذات میں ایک زبردست ثبوت ہے اس امر کا کہ مسیح کے شاگرد یقیناً توقع رکھتے تھے کہ مسیح صلیب سے زندہ حالت میں اتر آئے گا اور اسے طبی امداد بہم پہنچا کر اس کے لئے علاج معالجہ کی سہولتیں مہیا کرنا ہونگی۔ چنانچہ وہ اس متوقع صورت حال کے لئے پوری طرح تیار تھے۔

مذکورہ بالا حقائق سے یہ بات آسانی سے واضح ہو جاتی ہے کہ موروثی گناہ اور صلیب کے ذریعہ کفارہ کا تصور بعد میں آنے والے مسیحی عالموں کی قیاس آرائیوں اور خوش فہمیوں کی پیداوار ہے۔ عین ممکن ہے کہ یہ تصور زمانہ قبل از مسیح سے تعلق رکھنے والے اسی نوع کے دیومالائی قصوں سے اخذ کیا گیا ہو۔ مسیح کو جو حالات پیش آئے جب انہیں ان دیومالائی قصوں کی روشنی میں جانچا گیا ہوگا تو ان دونوں میں بہت سی مماثلتیں ڈھونڈ نکالی گئی ہونگی۔ لگتا یہی ہے کہ ایسی ہی ایک دیومالائی کہانی واقعہ صلیب کے متعلق بھی گھڑ لی گئی اور اسے جزو ایمان بنا لیا گیا۔ اس عجیب و غریب اور پراسرار تصور کی وجہ کچھ بھی ہو ایک بات ظاہر و باہر ہے کہ اس امر کا سرے سے کوئی ثبوت موجود نہیں ہے کہ گناہ اور کفارہ کی مسیحی فلاسفی مسیح کے کسی قول یا فعل پر مبنی ہو یا اس نے خود اس کی تعلیم دی ہو۔ وہ کوئی ایسی تعلیم نہیں دے سکتا تھا جو نہ صرف انسانی فہم و ادراک سے بالا ہو بلکہ جو اس قدر گنجلک اور الجھی ہوئی ہو کہ اس میں اور انسانی فہم و ادراک میں بعد المشرقین پایا جاتا ہو۔

(باقی آئندہ انشاء اللہ)

الفضل انٹرنیشنل کی زیادہ سے زیادہ خریداری کے ذریعہ اس روحانی چشمہ کے فیض کو عام کریں۔ نہ صرف خود خریدار بنیں بلکہ دوسروں کو بھی خریداری کی طرف توجہ دلائیں۔

(مینیجر)

خدا سے مانگو اور یقین اور صدق نیت سے مانگو

خداتعالیٰ کی معرفت چاہو اور اس کی طرف ہی قدم اٹھاؤ کہ کامیابی اسی میں ہے۔ اللہ تعالیٰ سے اصلاح چاہنا اور اپنی قوت خرچ کرنا یہی ایمان کا طریق ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو یقین سے اپنا ہاتھ دعا کے لئے اٹھاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی دعا رد نہیں کرتا ہے۔ پس خدا سے مانگو اور یقین اور صدق نیت سے مانگو۔ میری نصیحت پھر یہی ہے کہ اچھے اخلاق ظاہر کرنا اپنی کرامت ظاہر کرنا ہے۔

(حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ)

بقیہ:۔ ہومیو پیتھی کلاس

شامل ہے۔ ایک اور دوا کالمیا ہے جس کا دل پر اثر ہوتا ہے۔ اس کی ایک پہچان یہ ہے کہ دل کی تکلیف ہو تو عموماً بائیں طرف لیٹنا مشکل ہوتا ہے لیکن کالمیا کی دل کی تکلیف بائیں طرف کی بجائے دائیں طرف محسوس ہوتی ہیں اور دائیں کروٹ لیٹنا ناممکن ہوتا ہے اور کالمیا کی تکلیفیں صبح سے لے کر رات تک بڑھتی ہیں اس کا حرکت سے تعلق نہیں ہے بلکہ سورج سے تعلق ہے حالانکہ دل کی تکلیفیں عموماً رات کو بڑھ جاتی ہیں اور مریض رات کو زیادہ بےچین ہوجاتے ہیں۔ دائیں طرف تکلیف کے اضافہ میں سلیشیا، میگ فاس اور کالمیا ہیں اور آرسنک بھی ہوسکتی ہے۔ سینگوینریا کی تکلیفیں بھی دائیں طرف زیادہ ہوتی ہیں جبکہ سپائجیلیا (SPIGELIA) میں دردیں بائیں طرف ہوتی ہیں۔

سٹینم میں ایک خاص بات یہ ہے کہ اگر سردی لگے تو اعصاب پر حملہ ہو جاتا ہے اور منہ پر اعصابی دردیں شروع ہو جاتی ہیں سٹینم اور سٹیفی سیگریا کا اعصاب پر اثر پڑتا ہے۔

سٹینم میں ایک اور علامت یہ ہے کہ چھاتی میں کمزوری محسوس ہوتی ہے اور بولنے سے محسوس ہوتا ہے کہ اندر سے چھاتی جواب دے گئی ہے۔ فاسفورس سے آہستہ آہستہ گلا بیٹھنا شروع ہو جاتا ہے اور اگر فاسفورس استعمال نہ کی جائے تو شام تک گلا بالکل بیٹھ جاتا ہے لیکن سٹینم میں چھاتی کمزور ہو جاتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ پھیپھڑوں میں جان نہیں رہی۔ گلا بیٹھنے کا بھی رجحان ہوتا ہے جو مقامی تکلیف نہیں بلکہ سینے کی کمزوری کی وجہ سے آواز نہیں نکلتی اور بولنے کی طاقت میں کمی آ جاتی ہے اور کئی ایسے مریض ہیں جن کو مستقل یہ تکلیف ہو جاتی ہے۔ ایسے لوگوں کو سٹینم اونچی طاقت میں دینا چاہئے چند خوراکوں سے آرام نہیں آتا۔ پندرہ بیس دن کے بعد چند ماہ استعمال کریں تو چند ماہ میں انقلابی تبدیلیاں پیدا ہونے لگتی ہیں۔ وہ دوائیں جو لمبا اثر دکھانے والی ہوں یا لمبی بیماریاں پیچھے چھوڑ جائیں ان کا علاج ہمیشہ آہستہ کرنا چاہئے اور اونچی طاقت استعمال کرنی چاہئے لیکن پھیپھڑوں کی بیماریوں میں اونچی طاقت سے پرہیز ضروری ہے کیونکہ وہاں کئی دفعہ ردعمل بہت سخت ہوتا ہے۔

خطبہ جمعہ

خدا کی خاطر خدا کی عبادتوں کی توفیق مانگنے کے لئے سب سے عظیم مہینہ رمضان کا مہینہ ہے

﴿مَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ﴾ کی نہایت پر حکمت تفسیر

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیرالمومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ ۱۹ جنوری ۱۹۹۶ء مطابق ۱۹ صلح ۱۳۷۵ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

[خطبہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے]

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمدًا عبده ورسوله. أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرحيم. ﴿بسم الله الرحمٰن الرحيم* الحمد لله رب العٰلمين* الرحمٰن الرحيم* مٰلك يوم الدين* إياك نعبد وإياك نستعين* اهدنا الصراط المستقيم* صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين*﴾ .

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۸۶﴾ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ﴿۱۸۷﴾

(سورہ البقرہ: ۱۸۶، ۱۸۷)

یہ آیات جن کی میں نے تلاوت کی ہے سورہ البقرہ کی ۱۸۶، ۱۸۷ آیات ہیں۔ ان میں رمضان مبارک کا ذکر ہے اور اس کے مختلف فوائد اس رنگ میں بیان فرمائے گئے ہیں کہ پڑھنے والا بے ساختہ رمضان مبارک کی طرف کھنچتا چلا جاتا ہے۔ آغاز ان آیات کا اس عنوان سے ہے "شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن" کہ رمضان کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس کے بارے میں قرآن اتارا گیا یا جس میں قرآن اتارا گیا۔ اب جس میں قرآن اتارا گیا کا جو پہلا معنی عموماً کیا جاتا ہے اس سے چونکہ بعض دلوں میں سوال اٹھتے ہیں اس لئے بعض لوگوں نے دوسرے معنوں کو ترجیح دی ہے کہ جس کے بارے میں قرآن اتارا گیا۔ پہلے معنی کی رو سے یہ مطلب بنتا ہے کہ رمضان مبارک ہی میں قرآن اتارا گیا اور وہ لوگ جو جانتے ہیں احادیث کے مطالعہ سے یا سن کر بھی کہ قرآن کریم تو سارا سال اتارا گیا ہے اور ایک رمضان اور دوسرے رمضان کے درمیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی وحی منقطع نہیں ہو جایا کرتی تھی بلکہ ہمیشہ جاری رہتی تھی ان کے لئے یہ دقت ہے کہ "رمضان میں اتارا گیا" ترجمہ کیسے کریں۔ چونکہ ایک معنی "فیہ القرآن" کا یہ بھی بنتا ہے "اس کے بارے میں" تو انہوں نے اس ترجمہ کو ترجیح دی اور اس ترجمے پر بھی بعض سوال اٹھتے ہیں کہ کیا قرآن کریم رمضان کے سوا اور مضمون پر بحث نہیں کرتا کیا تمام تر رمضان ہی کی باتیں ہو رہی ہیں۔

اگر ذرا غور سے ان دونوں پہلوؤں کا جائزہ لیا جائے تو دونوں بالکل درست ہیں اور اعتراض بے محل ہیں۔ چنانچہ بہت سے وہ علماء جنہوں نے پہلے ترجمہ پر زور دیا "فیہ القرآن" اس مہینے میں قرآن اتارا گیا وہ یہ جواز پیش کرتے ہیں کہ اول قرآن کا آغاز رمضان المبارک سے ہوا ہے۔ نمبر دو یہ وہ مبارک مہینہ ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر جبرائیل اترا کرتے تھے، روزانہ اترتے تھے اور روزانہ اس وقت تک کا قرآن جو نازل ہو چکا تھا اس کی دہرائی کرواتے تھے۔ تو لفظاً یہ ترجمہ بھی درست ہے کہ پورا قرآن اس ایک مہینہ میں اتارا گیا کیونکہ اور کوئی مہینہ ایسا نہیں جس میں اس طرح وہ قرآن کا حصہ جو نازل ہو چکا تھا اس کی دہرائی کی جاتی تھی یہاں تک کہ جب مکمل ہو گیا تو آخری رمضان میں بلاشبہ پورے کا پورا قرآن ایک ہی مہینے میں دہرایا گیا۔ اور یہ دہرانا چونکہ انسانی ذرائع سے نہیں تھا بلکہ جبرائیل علیہ السلام خود اترتے تھے اللہ کے حکم سے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو قرآن یاد کرواتے تھے، سنتے تھے۔ اب تفصیل تو نہیں آتی کہ جہاں کوئی سہو ہو گئی ہوگی وہاں درستی کرواتے ہونگے۔ مگر مضمون یہی ہے کہ چونکہ خدا تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے لیا تھا کہ اپنی زبان کو جلدی حرکت نہ دے ہمارا ذمہ ہے کہ ہم تجھے قرآن یاد کروائیں اور اس کی حفاظت کریں اس لئے تجھے بالکل بے فکر ہو جانا چاہئے ناممکن ہے کہ تیری یادداشت کی غلطی کے نتیجے میں قرآن دنیا کے سامنے غلط پیش کیا جائے پھر یہ جو حفاظت فرمائی گئی تھی اس کا یہ بھی ایک طریق تھا۔ اس حفاظت کے وعدے کو اس طرح پورا فرمایا گیا۔ پس اس پہلو سے جب ہم دیکھتے ہیں کہ تراویح . میں بہت سی جگہوں پر سارا قرآن دہرایا جاتا ہے تو غالباً اس کی سند یہیں سے ملتی ہے ورنہ کوئی ایسی سند نہیں کہ ضرور قرآن کریم رمضان مبارک میں تہجد یا تراویح کی نماز میں دہرایا جائے۔ قرآن خود دہرائی جانے والی کتاب ہے وہ ایک الگ مضمون ہے وہ تو سال میں بارہا دہرایا جاتا ہے مگر رمضان میں دہرانے کا جو مضمون ہے اس کا تعلق ان احادیث سے ہے جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے متعلق آتا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام خود آپ پر نازل ہو کر آپ پر پورا قرآن جو اس وقت تک اترا ہوتا تھا پڑھتے تھے یعنی گویا کہ قرآن کریم دوبارہ نازل ہوتا تھا۔ اور آپ بھی ساتھ اس قرآن کریم کو جو جبرائیل پڑھ کر سناتے تھے دہراتے جاتے تھے۔ پس ایک معنی تو یہ ہے۔

"فیہ القرآن" کا جو دوسرا معنی بیان کیا جاتا ہے اور تفسیر کبیر میں بھی آپ ترجمہ دیکھیں گے تو یہی ملے گا کہ رمضان کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس کے بارے میں قرآن کریم نازل کیا گیا تو جس کے بارہ میں کیوں فرمایا گیا۔ رمضان کے علاوہ بھی تو بہت سی باتیں ہیں اور بہت کثرت سے ہیں جو رمضان نہیں کہلاتیں مگر قرآن کریم ان کے متعلق مضامین کھولتا ہے تو اس میں حکمت یہ ہے کہ تمام تر شریعت احکامات اور نواہی جس کثرت کے ساتھ اور جس تکمیل کے ساتھ رمضان میں دہرائے جاتے ہیں یعنی ان پر عمل کیا جاتا ہے اور کروایا جاتا ہے یہاں تک کہ ایک پہلو بھی شریعت کا باقی نہیں رہتا جو رمضان میں نہ ادا ہو۔ اس پہلو سے کوئی اور مہینہ ایسا نہیں کہلا سکتا کہ گویا قرآن کریم اس کے بارے میں نازل ہوا ہے۔ جب رمضان کے بارے میں نازل ہوا پڑھتے ہیں تو مراد ہے کہ قرآن کریم نے جتنی بھی انسان سے توقعات کی ہیں، جتنے بھی ارشادات فرمائے ہیں، جتنی باتوں سے روکا ہے یا ناپسند فرمایا ہے ان سب کا اس ایک مہینے سے تعلق موجود ہے۔

پس خدا کی خاطر بھوکے رہ جانا اب یہ بھی ایک عبادت کا مضمون ہے لیکن رمضان کے علاوہ کسی مہینے میں لازماً نہیں ہے۔ خدا کی خاطر اس سختی کا جواب بھی سختی سے نہ دینا جس کا سختی سے جواب دینے کی قرآن بعض حالات میں اجازت بھی دیتا ہے مگر خدا کی خاطر نیکی کو اس کے اعلیٰ درجے پر پہنچ کر ادا کرنا اور ادنیٰ درجے پر بھی ادا کرنا یہ تمام تر مواقع رمضان میں اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ وہ چیزیں جو جائز ہیں ان سے خدا کی خاطر مزید احتراز اور نوافل پر زور یہ روزمرہ کے عام مہینوں میں دیکھنے میں آتا تو ہے مگر شاذ کے طور پر، اس طرح نہیں کہ پوری قوم مسلسل ان باتوں میں ہمہ تن مصروف ہو جائے۔ پس اس پہلو سے کوئی بھی ایسی نیکی نہیں جس کا قرآن میں ذکر ہو اور رمضان میں خصوصیت کے ساتھ اس کو ادا کرنے کے مواقع نہ ہوں اور کوئی بھی ایسی بدی نہیں ہے جس سے رکنے کا حکم ہو اور رمضان مبارک میں خصوصیت کے ساتھ ان بدیوں سے روکنے کی تلقین نہ فرمائی گئی ہو۔ تو گویا اگر رمضان کا مفہوم آپ سمجھ جائیں اور رمضان کو کامیابی سے گزار جائیں تو گویا آپ نے تمام شریعت پر عمل کر لیا، تمام قرآن پر عمل کر لیا۔ اور یہ امر واقعہ ہے اس میں کوئی مبالغہ آمیزی نہیں ہے۔ پس اس پہلو سے وہ ترجمہ بھی بعینہ درست ہے کہ گویا قرآن رمضان کے مہینے کے بارے میں اتارا گیا ہے۔

اور جب فرمایا کہ "فیہ القرآن" تو اس کی تشریح ساتھ ہی فرمادی "ھدی للناس" وہ لوگوں کے لئے ہدایت ہے۔ لیکن ہدایت بھی کئی قسم کی ہوتی ہے۔ ایک عام ہدایت ایک زیادہ روشن اور کھلی کھلی ہدایت۔ عام ہدایت تو ہر مہینے میں، ہر روز و شب جاری رہتی ہے۔ مگر رمضان میں یہ ہدایت خوب کھل کر سامنے آ جاتی ہے۔ چنانچہ ھدی کہنے کے بعد فرمایا "ھدی للناس وبینات من الھدیٰ والفرقان" صرف اس مہینے میں ہدایت عام ڈگر پر نہیں چلتی بلکہ غیر معمولی طور پر کھل کر اور روشن ہو کر انسان کے سامنے چمک اٹھتی ہے۔ "والفرقان" اور فرقان بن جاتی ہے۔ یعنی ایسے دلائل اور ایسے روشن دلائل میں تبدیل ہوتی ہے جو قوی غلبے کی طاقت رکھتے ہیں۔ پس رمضان مبارک کا حق ادا کرتے ہوئے رمضان مبارک سے گزرنا عام روزمرہ کی ہدایت سے بڑھ کر غیر معمولی ہدایت پانا ہے اور مقام فرقان تک پہنچ جانے کے مترادف ہے۔

تمام تر شریعت، احکامات اور نواہی جس کثرت کے ساتھ اور جس تکمیل کے ساتھ رمضان میں دہرائے جاتے ہیں یعنی ان پر عمل کیا جاتا ہے اور کروایا جاتا ہے یہاں تک کہ ایک پہلو بھی شریعت کا باقی نہیں رہتا جو رمضان میں ادا نہ ہو اس پہلو سے کوئی اور مہینہ ایسا نہیں کہلا سکتا کہ گویا قرآن کریم اس کے بارے میں نازل ہوا ہے

"فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ" اس عظیم عنوان کے بعد یہ جو اس مضمون سے پردہ اٹھایا جا رہا ہے پھر فرمایا ہے کہ روزے رکھو اور صاف پتہ چلتا ہے کہ پہلے ذہن اور قلب کو تیار کیا جا رہا ہے، کیا ہونے والا ہے؟ کون سا عظیم مہینہ آ رہا ہے؟ "فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ" شھد شھراً سے مراد ہے جو رمضان کو طلوع ہوتا دیکھے۔ یعنی رمضان کا چاند جس پر طلوع ہو گا وہ روزے رکھے۔

اب رمضان کا مہینہ اصل میں بیک وقت، ہر جگہ اکٹھا طلوع نہیں ہوتا اور یہ بحثیں عام اٹھ رہی ہیں کہ کیوں نہ کوئی ایسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ سب مسلمان بیک وقت روزے رکھیں اور یہ جو جھگڑے چل رہے ہیں آج ان کا رمضان شروع ہو گیا کل ان کا رمضان شروع ہو گیا ان جھگڑوں کا قضیہ ہی چکا دیا جائے مگر قرآن تو نہیں چکاتا۔ قرآن کریم نے تو اس مضمون کو کھلا چھوڑا ہوا ہے "من شھد منکم الشھر فلیصمہ" ہو سکتا ہے کہ ایک ہی ملک میں رہتے ہو اور اس ملک کے افق الگ الگ ہوں اور اگر ایک شخص نے "من شھد منکم الشھر" اس کے وقت کو پایا ہو تو اس پر فرض ہے کہ روزے رکھے۔ ایک وہ جس نے نہیں پایا اس پر فرض نہیں ہے بلکہ مناسب نہیں ہے کہ رکھے۔ اسے انتظار کرنا ہو گا جب تک اس آیت کا اطلاق اس پر نہ ہو۔

تو رمضان بھی بعینہ ایک ہی تاریخ کو ہر جگہ شروع نہ ہوتا ہے، نہ ہو سکتا ہے۔ ممالک بدل جائیں تو پھر تو ویسے ہی ناممکن ہے کیونکہ اگر جب بھی رمضان کا چاند طلوع ہو گا اس وقت کسی جگہ گھپ اندھیرا، آدھی رات ہو گی، کسی جگہ صبح کا سورج طلوع ہو رہا ہو گا، کسی جگہ دوپہر ہو گی، کسی جگہ عصر کی نماز پڑھی جا رہی ہو گی تو کیسے ممکن ہے کہ خدا نے جو نظام پیدا فرمایا ہے اس کے برعکس احکام جاری فرمائے۔ اس لئے "من شھد" کا مضمون جو ہے بہت ہی اہمیت رکھتا ہے۔ ہر گز خدا کا یہ منشاء نہیں کہ سب اکٹھے روزے رکھیں، اکٹھے ختم کریں۔ ہر گز یہ منشاء نہیں کہ تمام دنیا میں ایک دن عید منائی جائے یا سارے ملک میں اگر وسیع ملک ہے ایک ہی دن عید منائی جائے۔ چھوٹے ملک میں تو ممکن ہے مگر وسیع ممالک بعض ایسے ہیں جو شمال شمال سے بہت دور تک جنوب کے ایک حصے میں پھیلے ہوئے ہوتے ہیں، ان کے افق بدل جاتے ہیں یا شرقاً غرباً بہت وسیع ہیں۔ اب چلی (Chilli) کو دیکھیں کہ کتنا اوپر سے امریکہ کے وسط سے قریباً شروع ہو کر اور جنوب میں وہاں تک چلا جاتا ہے کہ اس سے آگے کوئی اور ملک نہیں ہے جو قطب جنوبی کے قریب تر ہو اس سے۔ اور روس کی چوڑائی اتنی ہے کہ تین گھنٹے کا فرق پڑ جاتا ہے روس کے اندر بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ امریکہ کی چوڑائی میں وسعت اتنی بڑی ہے کہ وہاں بھی کم و بیش اتنا ہی فرق پڑ جاتا ہے تو یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ ایک ملک میں بھی بیک وقت رمضان شروع ہو سکتا ہے یا بیک وقت ایک ملک میں ایک عید کا دن طلوع ہو سکتا ہے۔

پس قرآن کریم کے جو الفاظ کا انتخاب ہے بہت ہی پر حکمت ہے اور اپنے مضمون کو خود کھول رہا ہے۔ اب "بینات" کہہ کر پھر اس مضمون کو کھولنا اور پھر لوگوں کا اس سے غافل ہو جانا یہ بہت بڑا ظلم ہے۔ وہ سمجھتے ہیں مشکوک معاملہ ہے، پتہ نہیں کہ قرآن کیا کہنا چاہتا ہے۔ قرآن کریم نے تو فرمایا ہے اس میں تو "بینات" ہیں اس میں "الفرقان" ہے اس کو پیش نظر رکھو اور پھر غور کرو۔ "من شھد منکم الشھر فلیصمہ" جس پر یہ مہینہ طلوع ہو گا اسی کو روزے رکھنے ہیں۔ دیکھا دیکھی سنی سنائی بات پر روزے نہیں رکھنے اور یہاں "من" میں صرف ایک فرد واحد مراد نہیں ہے بلکہ وہ قوم ہے جس کا افق ایک ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اس کا طریق یہ جاری فرمایا کہ اگر ایک ہی افق کے لوگ کسی موسم کی خرابی کی وجہ سے اکثر نہ دیکھ سکتے ہوں تو ان میں دو قابل اعتماد یا چار قابل اعتماد، کچھ قابل اعتماد لوگ اٹھ کھڑے ہوں اور وہ کہیں، گواہی دیں کہ ہم نے دیکھا ہے تو اگر افق مشترک ہے تو سب کا ہی رمضان شروع ہو جائے گا اور اگر افق مشترک ہے تو سب ہی کی عید ہو جائے گی۔

تو "من" کا لفظ واحد پر بھی آتا ہے اور جمع پر بھی، یہ مراد نہیں ہے کہ ہر ایک جب تک آنکھ سے دیکھ نہ لے رمضان شروع نہ کرے یہ تو ناممکن ہے۔ جو ہلال ہے خصوصاً پہلے دن کا ہلال وہ تو آنی جانی چیز ہے دیکھتے دیکھتے ہی غائب ہو جاتا ہے۔ انگلیاں اٹھ رہی ہوتی ہیں اتنے میں وہ مطلع سے غائب ہو چکا ہوتا ہے۔ پس ہلال کا مطلع بھی چھوٹا ہوتا ہے اس لئے "من شھد" کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ تم میں سے جو اپنی آنکھوں سے دیکھے صرف وہی شخص روزے رکھے۔ مراد ہے وہ لوگ جن کا افق ایک ہے، جن کے ہمیشہ سے ہی چاند اکٹھے طلوع ہوتے ہیں، جب طلوع ہوتے ہیں سب پر ہی طلوع ہوتے ہیں، جب غروب ہوتے ہیں تو سب پر ہی غروب ہوتے ہیں، پس وہ لوگ جن کا افق مشترک ہو ان میں سے کوئی بھی دیکھے تو سب قوم کے دیکھنے کا حکم ان پر صادق آ جائے گا گویا ساری قوم نے دیکھ لیا۔ پس اس پہلو سے مثلاً انگلستان میں غالباً ایک ہی افق ہے خواہ شمال سے جنوب تک جائیں چاند کے تعلق میں دو افق میرے علم میں نہیں ہیں۔ امریکہ میں بعض دفعہ دو افق پیدا ہو جاتے ہیں بعض علاقوں کے لحاظ سے مگر اکثر ایک ہی ہے اور بعض دفعہ امریکہ کا افق عرب کے افق سے مل جاتا ہے۔ چاند کا جو Behaviour ہے، چاند کی جو طرز عمل ہے یہ عام روزمرہ کی سورج کی طرز عمل سے بالکل مختلف ہے۔ سورج کے طلوع ہونے میں ایک قطعیت ہے اور سورج کے غروب ہونے میں بھی ایک قطعیت ہے۔ چاند کے اندر احتمالات اور امکانات ہیں۔ اس لئے "من شھد" کا جو ارشاد فرمایا گیا ہے انہی بدلتے ہوئے امکانات اور احتمالات کے پیش نظر ہے۔

اب اس مضمون میں ایک پہلو رہ جاتا ہے جس کی عموماً آپ بحثیں سنتے ہیں اور پڑھتے بھی ہیں وہ یہ ہے کہ کیا مشینی ذرائع سے چاند کا علم پانا "من شھد منکم" کے تابع ہو گا یا نہیں ہو گا؟ اگر ہو تو پھر دیکھنا متروک ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مشینوں کے ذریعہ چاند دکھائی دے جاتا ہو لیکن نظر سے نہ دکھائی دیتا ہو۔ تو کیا قرآن کریم کا پہلا عمل یعنی پہلے دور کا عمل اس مشینی عمل کے مقابل پر رد ہو جائے گا۔ یا پہلے دور کا عمل جاری رہے گا اور مشینی دور کا عمل متروک سمجھا جائے گا؟ یہ بحث ہے جو بہت سے لوگوں کو الجھن میں مبتلا رکھتی ہے حالانکہ اس میں ایک ادنیٰ ذرہ برابر بھی کوئی الجھن نہیں۔ الجھن لوگوں کی نافہمی اور ناسمجھی میں ہے ورنہ امر واقعہ یہ ہے کہ نئے دور میں مشینوں کے حوالے سے یا برقیاتی آلوں کے حوالے سے اگر آپ چاند کے طلوع کا علم حاصل کریں تو وہ "من شھد" کے تابع رہتا ہے اور جہاں "من شھد" سے ہٹتا ہے وہاں اس کا عمل در آمد نہیں ہو گا، وہاں بے اعتبار ہو جائے گا۔ جو لوگ نہیں سمجھتے وہ ٹھوکر کھاتے ہیں اور پھر آپس میں خوب ان کی لڑائیاں ہوتی ہیں۔

اس لئے میں آپ کو سمجھا رہا ہوں آگے عید بھی آئے گی، یہ بحثیں چلیں گی، بچوں سے سکول میں بھی گفتگو ہو گی دوسرے بچوں کی، کالجوں میں یہ معاملہ زیر بحث آ جائے گا، بزنس پر، کاموں پر زیر بحث آئے گا۔ اس لئے سب احمدیوں کو اچھی طرح ہر ملک کے احمدی جو یہ خطبہ سن رہے ہیں ان کو اچھی طرح اس بات کو ذہن نشین کر لینا چاہئے۔

چاند جو طلوع ہوتا ہے وہ جب زمین کے کنارے سے اوپر آتا ہے تو اگرچہ سائنسی لحاظ سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ زمین کے افق سے چاند ذرا سا اوپر آ چکا ہے لیکن وہ چاند لازم نہیں کہ نظر سے دیکھا جا سکتا ہو۔ اس لئے سائنس دانوں نے بھی ان چیزوں کو تقسیم کر رکھا ہے۔ اگر آپ اچھی طرح ان سے جستجو کر کے بات پوچھیں تو وہ آپ کو بالکل صحیح جواب دیں گے کہ دیکھو ہم یہ تو یقینی طور پر معلوم کر سکتے ہیں کہ یہ چاند کس دن کتنے بجے طلوع ہو گا، یعنی سورج غروب ہوتے ہی اوپر ہو چکا ہو گا لیکن اس کا مطلب یہ نہ سمجھو کہ اگر موسم بالکل صاف ہو اور کوئی بھی رستے میں دھند نہ ہو تب بھی تم اس کو اپنی آنکھ سے دیکھ سکتے ہو۔ کیونکہ چاند کو طلوع ہونے کے بیس منٹ یا کچھ اوپر مزید چاہئے اور ایک خاص زاویے سے اوپر ہونا چاہئے۔ اگر وہاں تک پہنچے تو پھر آنکھ دیکھ سکتی ہے ورنہ نہیں دیکھ سکتی۔ اس لئے ہو سکتا ہے جیسا کہ پچھلے سال مولویوں نے یہاں کیا کہ آبزرویٹری (Observatory) سے یہ تو پوچھ لیا کہ چاند کب نکلے گا اور انہوں نے وہی سائنسی جواب دے دیا کہ فلاں دن یہ اتنے بجے طلوع ہو جائے گا اور سورج ڈوبنے کے معاً بعد کا وقت تھا۔ تو مولویوں نے فتویٰ دے دیا کہ اس دن شروع ہو جائے گا رمضان یا عید جو بھی تھی۔ اور بعض دوسرے جو ان میں سے سمجھ دار تھے، تعلیم یافتہ مسلمان یہاں موجود ہیں احمدی نہیں ہیں مگر وہ ان باتوں پر غور کرتے ہیں انہوں نے انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا ہم تو ایسی عید نہیں کریں گے یا ایسا رمضان نہیں شروع کریں گے اور وہ سچے تھے۔ کیونکہ اگر وہ مولوی صاحبان ان لیبارٹریز سے یا جو ان کے مراکز ہیں آسمانی سیاروں وغیرہ کو دیکھنے وغیرہ کے ان سے پوچھتے تو وہ صاف بتا دیتے کہ نکلے گا تو سہی لیکن تم اس کی شہادت نہیں دے سکتے، تم اپنی آنکھ سے اس کو کبھی بھی نہیں دے سکتے۔ کیونکہ جتنا نکل کے وہ اونچا جاتا ہے اس طلوع سے کوئی آنکھ بھی اس کو اس لئے نہیں دیکھ سکتی کہ وہ زمین کے بہت قریب ہوتا ہے۔ اور زمین کے قریب کی فضا اس کی شعاعوں کو نظروں تک پہنچنے سے پہلے پہلے جذب کر چکی ہوتی ہے۔ اس لئے عین نشانے پر پتہ ہو کہ وہاں چاند طلوع ہو رہا ہے آپ نظر جما کے دیکھیں آپ کو ایک ذرہ بھی کچھ دکھائی

Earlsfield Properties

RENTING AGENTS 0181- 877 0762

PROPERTIES WANTED IN ALL AREAS FOR WAITING TENANTS

نہیں دے گا تو "شہد" کا مضمون اس پر صادق نہیں آئے گا۔

"شہد" کا مطلب ہے جو گواہ بن جائے، جو دیکھ لے، جو پالے۔ مگر سائنس دان ہی یہ بھی آپ کو بتاتے ہیں اور قطعیت سے بتاتے ہیں کہ اگر اتنے منٹ سے اوپر چاند ہو چکا ہو یعنی سورج ڈوبنے کے بعد مثلاً پندرہ منٹ کی بجائے بیس منٹ تک رہے تو پہلے پندرہ منٹ میں اگر دکھائی نہیں دے سکتا تو آخری پانچ منٹ میں دکھائی دے سکتا ہے یا اس کا زاویہ اتنا ہو کہ وہ زمین کے ایسے افق سے اونچا ہو چکا ہو جو افق چاند اور ہماری راہ میں حائل رہتا ہے، اس سے جب اونچا ہو گا تو لازماً دیکھ سکتے ہو۔ پھر بادل ہوں تو الگ مسئلہ ہے لیکن اگر بادل نہ ہوں تو لازماً ننگی آنکھ سے دیکھ سکتے ہو تو پھر "شہد منکم" کا حکم صادق آگیا۔ کیونکہ "شہد" میں ساری قوم کا دیکھنا تو فرض تھا ہی نہیں۔ کچھ بھی دیکھ سکتے ہوں لیکن اس طرح دیکھ سکتے ہوں جیسے انسان کی توفیق ہے کہ ننگی آنکھ سے دیکھ سکے وہ فتویٰ لازماً ساری قوم پر برابر صادق آئے گا اور وہ لوگ جن کا افق ایک ہے وہ سائنسی ذرائع سے معلوم کر کے پہلے سے فیصلہ کر سکتے ہیں۔

> اس پہلو سے کوئی بھی ایسی نیکی نہیں جس کا قرآن میں ذکر ہو اور رمضان میں خصوصیت کے ساتھ اس کو ادا کرنے کے مواقع نہ ہوں۔ اور کوئی بھی ایسی بدی نہیں ہے جس سے رکنے کا حکم ہو اور رمضان مبارک میں خصوصیت کے ساتھ ان بدیوں سے رکنے کی تلقین نہ فرمائی گئی ہو

تو اس لئے وہ جھگڑے کہ اب اکٹھی کیسے عید کی جائے یا اکٹھا رمضان کیسے شروع کیا جائے یہ جھگڑے تو اس دور میں ختم ہو چکے ہیں اور اگر ہیں تو ان لوگوں نے پیدا کئے ہیں جو بے وجہ ناسمجھی سے اختلاف کرتے ہیں۔ پس یہ جو نظارے یہاں دکھائی دیتے ہیں کہ ایک ہی ملک میں ایک عید آج ہو رہی ہے ایک کل ہو رہی ہے ایک پرسوں ہوگی یہ قرآن کریم کے بیان کا ابہام ہرگز نہیں ہے۔ قرآن کریم کا بیان بینات میں سے ہے، صاف کھلا کھلا ہے۔ اگر اس پر چلیں تو ناممکن ہے کہ یہ اختلاف ہوں۔ یا ننگی آنکھ سے چاند نظر آئے گا یا آلات کے ذریعہ آئے گا اور دونوں ایک دوسرے پر بالکل چسپاں ہونگے اور ان کے درمیان کوئی بھی اختلاف نہیں ہو گا۔ سائنسی فتویٰ بعینہ وہی ہو گا جن شرائط کے ساتھ میں بیان کر رہا ہوں جو ننگی آنکھ کے دیکھنے کا فتویٰ ہے۔ تو اس لئے یہ دور ایسا ہے کہ اس میں خدا تعالیٰ کے قائم کردہ قوانین کو خدا نے خود ہی بندوں کے لئے مسخر فرما رکھا ہے اور نئی نئی باتیں جو ہمارے علم میں آ رہی ہیں ان کو خدمت دین میں استعمال کرنا چاہئے۔

پس جماعت احمدیہ کی طرف سے جو کیلنڈر شائع ہوتے ہیں اور ابھی بھی یہاں ہو چکے ہیں یا ہر ملک میں ہوتے ہیں ان کی گواہی قطعی ہے کیونکہ ہم کبھی بھی ایسی گواہی کو قبول نہیں کرتے جہاں ننگی آنکھ سے چاند کا دیکھنا ممکن نہ ہو۔ جہاں یقینی ہو کہ اگر موسم صاف ہے تو چاند ضرور دکھائی دے گا وہاں قبول کیا جاتا ہے اور مہینوں کے جو دوسرے دن ہیں یا اس کا شروع اور آغاز، دوسرے مہینوں سے تعلقات وہ ہمیشہ ٹھیک بیٹھتے ہیں۔ اگر غلطی ہو تو بعض دفعہ عجیب سی غلطی بن جاتی ہے۔ بعض مہینے اس کے اٹھائیس دن کے رہ جاتے ہیں اور اٹھائیس دن کا مہینہ ہو ہی نہیں سکتا چاند کا۔ یہ کوئی فروری تو نہیں ہے جو اٹھائیس دن کا آئے۔ چاند کا تو ہر مہینہ یا انتیس کا ہو گا یا تیس کا ہو گا۔ پس اس پہلو سے جماعت احمدیہ کا جو فیصلہ ہے وہ قطعی اور درست ہے اور قرآن کے عین مطابق ہے۔ پس وہ دن اب طلوع ہونے والا ہے یعنی رمضان کا دن جو انشاء اللہ تعالیٰ اتوار کی شام کو طلوع ہو گا اور پیر کا پہلا روزہ ہو گا۔

اب ایک بحث یہ ہے کہ رمضان کو سورج سے کیوں نہیں باندھا؟ اس میں بہت سی حکمتیں ہیں مثلاً ہر ملک کا موسم الگ الگ ہے۔ بعض ممالک ایسے ہیں جن میں سردیوں میں دن بالکل چھوٹے رہ جاتے ہیں اور گرمیوں میں بے انتہا لمبے ہو جاتے ہیں۔ بعض ایسے ہیں جہاں شدید گرمی ہے اور دن برابر ہیں۔ بعض ایسے ہیں جہاں شدید گرمی ہے اور پھر دن برابر نہیں ہیں۔ تو اگر ایک ہی سورج کے حساب سے مہینہ مقرر کر دیا جاتا تو وہ مہینہ ہر جگہ ایک ہی طرح ایک ہی موسم میں رہتا، کبھی اس میں تبدیلی نہ ہوتی۔ ناروے کے لوگوں کے لئے مثلاً اگر وہ مہینہ سردیوں میں ہوتا تو ناروے کے لوگوں کے لئے ادھر روزہ رکھا ادھر کھولنے کا وقت آگیا اور جو جنوبی قطب کے پاس رہتے ہیں ان کا روزہ ختم ہی نہ ہوتا۔ جو زیادہ قریب ہیں وہ تو سال بھر روزہ چلتا لیکن جو ذرا مناسب فاصلے پر ہیں ان کا بھی ہو سکتا ہے تیئس (۲۳) گھنٹے کا روزہ ہو۔ ایک گھنٹے کے اندر نمازیں بھی پڑھنی ہیں، تہجد بھی پڑھنے ہیں، کھانا بھی کھانا ہے اور پھر تیئس گھنٹے کے روزے کے لئے تیاری کرنی ہے۔ اول تو جو تیئس (۲۳) گھنٹے والا واقعہ ہے وہ احادیث کے مضمون کی روشنی میں حقیقت میں ممکن ہی نہیں ہے یہ بھی میں آپ کو اچھی طرح سمجھا دوں۔ اس لئے یہ قرآن کریم نے جو فرمایا ہے علامتیں جاری فرمائی ہیں دو طرح سے۔ ایک علامتیں وہ ہیں جن کا تعلق چاند سے ہے، ایک علامتیں وہ ہیں جن کا تعلق سورج سے ہے۔ رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں عبادتیں دونوں طرح اکٹھی ہو گئی ہیں۔ کسی اور مہینے میں اس طرح عبادتیں اکٹھی نہیں ہوئیں جس طرح رمضان کے مہینے میں عبادتیں ہر پہلو سے جڑ گئی ہیں یعنی سورج کے سال کا بھی تعلق ہے اور چاند کے سال کا بھی تعلق ہے۔ جہاں تک قرآن کریم کی عبادات کا تعلق ہے آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ روزانہ نمازیں بھی تو مغرب کے بعد آتی ہیں۔ آتی تو ہیں مگر وہ سورج کے حوالے سے آتی ہیں چاند کے حوالے سے نہیں۔ پانچ نمازیں جو فرض ہیں اور تہجد کے وقت یہ سارے کے سارے سورج کی علامتوں سے تعلق رکھے ہوئے ہیں۔ چاند کے تعلق سے جو عبادت آتی ہے وہ صرف رمضان کی ہے۔ یا پھر حج ہے جو چاند سے تعلق رکھتا ہے مگر اس کے علاوہ تمام عبادتیں سورج سے تعلق رکھتی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے سورج کے ساتھ نمازوں کو باندھ کر یہ بات ناممکن بنا دی ہے کہ ایک انسان علامتوں کے مطابق ایسی جگہ پانچ نمازیں ادا کر سکے جو شمالی قطب یا جنوبی قطب کے بہت قریب ہو۔ اور یہ ناممکن بنا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو اس کی اطلاع فرما دی کہ ایک زمانہ آنے والا ہے، دجال کا زمانہ جب کہ دن دنیا میں بعض جگہ روزمرہ کے چوبیس گھنٹے کے دن ہونگے اکثر جگہ تو یہی ہو گا لیکن بعض ایسی جگہیں بھی ہونگی جہاں لمبے بھی ہوں کہیں چھ مہینے کا دن بھی ہو گا کہیں سال کا دن بھی ہو گا۔ یہ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو مطلع فرمایا تاکہ آئندہ زمانے کے انسان کے لئے مشکل نہ رہے۔ اس کے ساتھ ہی صحابہ میں سے کسی نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کیا جب ایک سال کا دن آئے گا تو ہم اس ایک سال میں پانچ نمازیں پڑھیں گے۔ آپؐ نے فرمایا، بالکل نہیں، اندازہ لگا کر اپنے ویسے ہی دن تقسیم کرنا جیسے روزمرہ کے معمول کے دن ہیں اور جب وہ دن گزرے تو اس کے مطابق اپنی پانچ نمازیں پوری کیا کرنا۔

تو جہاں سورج کی ظاہری علامتیں قاصر رہ جائیں کہ وہ ایک دن کے خدوخال کو نمایاں کر سکیں، جہاں سورج کی ظاہری علامتیں عاجز آ جائیں کہ دن کو چوبیس (۲۴) گھنٹے کے اندر باندھے رکھیں وہاں نمازوں کے احکامات بدل گئے، وہاں اندازے شروع ہو گئے اور اندازوں کی شریعت نے اجازت دی۔ اور اس میں حکمت ظاہر و باہر ہے۔ اول تو یہ کہ لمبے روزے میں تو سارے ہی شہید ہو جاتے ایک ہی روزے میں۔ اور چھوٹے روزے کا پتہ ہی نہ لگتا کہ کیسے رکھیں وہ ایک تماشہ سا بن جاتا۔ مگر جہاں بھی یہ اجنبی دن چڑھتے ہیں خواہ وہ ایک دن کے چوبیس (۲۴) گھنٹے کے دائرے میں بھی رہیں تو قرآن کریم کا کمال یہ ہے عبادت کی علامتیں ایسی بتائی ہیں کہ وہاں علامتیں عبادت کو ان دنوں کے اندر ساکت کر دیتی ہیں اور اندازہ شروع ہو جاتا ہے۔ یعنی غیر معمولی دن کے لئے ضروری نہیں کہ چوبیس گھنٹے سے لمبا ہو۔ چوبیس گھنٹے سے قریب دن پہنچا ہوا ہو تب بھی وہ ناممکن دن بن جائے گا اور جہاں وہ ناممکن دن بنے گا وہیں سے اندازہ شروع ہو جائے گا۔

اس کی مثال میں آپ کو سمجھا دوں کیونکہ ناروے سے بھی مجھے سوال آئے ہوئے ہیں بعض دوسرے ملکوں سے بھی اس لئے میں اس خطبے میں ساری باتیں کھول رہا ہوں کیونکہ خدا تعالیٰ کے فضل سے دنیا کے اکثر احمدی جہاں جہاں بھی اب یہ آج کل ٹیلی ویژن پہنچ رہی ہے، یہ خطبہ سنتے ہیں، سن رہے ہیں۔ بات یہ ہے کہ اگر دن فرض کریں اٹھارہ گھنٹے کا ہو یعنی سورج نکلنے سے (روزے کی بات نہیں کر رہا) دن سورج نکلنے سے سورج غروب ہونے تک اٹھارہ گھنٹے ہوں تو پیچھے چھ گھنٹے کی جو رات رہ جائے گی اس رات میں صبح اور شام کی شفق اتنی پھیل چکی ہونگی کہ ان کے درمیان سیاہی آئے گی ہی نہیں۔ پس جب سیاہی غائب ہو گئی تو نمازوں کی تقسیم ممکن نہ رہی۔ مغرب کس وقت پڑھیں گے، عشاء کس وقت پڑھیں گے، تہجد کس وقت ہوگی، صبح کس وقت طلوع ہوگی یہ ایک ہی چیز ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ہم نے خود یہ ایسے دن دیکھے ہیں جب ہم گرمیوں میں ایک دو سال پہلے ناروے گئے تھے شمال کی طرف تو جہاں چوبیس گھنٹے کا دن شروع ہو چکا تھا وہاں تو بالکل ہی معاملہ اور ہے۔ وہاں تو صبح بھی سورج، دوپہر کو بھی، رات کو بھی، آدھی رات کو بھی اور سورج نکلے ہوئے میں تہجد پڑھنی پڑتی تھی مگر اندازے کر کے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اصدق الصادقین ہیں، سب سچوں سے بڑھ کر سچے اور یہ ایک بات بھی آپ کی سچائی پر سورج سے بڑھ کر زیادہ روشن گواہ بن جاتی ہے۔ اس اندھیرے زمانے میں اتنی روشنی سے چودہ سو سال بعد کے حالات معلوم کئے اور ان پر روشنی ڈالی۔ اتنی دور تک روشنی ڈالنے والا نبی اس شان کا کوئی دکھاؤ تو سہی۔ فرمایا وہ دن ہونگے جب بھی وہ دن عام عادت سے بدل چکے ہوں۔ آپ نے فرمایا ہے روزمرہ کے عادی دنوں کے مطابق اندازے کرنا۔ عادی دن وہ ہیں جن میں پانچ نمازیں سورج کی علامتوں کے لحاظ سے ایک دوسرے سے ممتاز کی جا سکتی ہیں۔ جہاں وہ نمازیں ممتاز نہیں ہو سکتیں وہاں اندازہ شروع۔ اور پھر کوئی مشکل باقی نہیں رہتی۔ تو اس لئے یہ قرآن کریم کا کمال ہے کہ رمضان مبارک کو چاند کے ساتھ جو باندھا

SATELLITES
OFFICIAL SKY AGENTS
MTV AHMADIYYA
SKY
TV ASIA

VIEW THE SERMON EVERY DAY ON EUTELSAT - SATELLITE SYSTEM AVAILABLE FOR ALL SATELLITES IN THE WORLD,
VIEWING CARDS IN STOCK. INSTALLATION AVAILABLE.
MAIL ORDER & INTERNATIONAL EXPORT SERVICE AVAILABLE
WE ACCEPT CREDIT CARDS. CALL FOR COMPETITIVE PRICES. ASK US FOR MORE DETAILS.

S.M SATELLITE SERVICES
15 BRIDGE END, CAMBERLEY, SURREY, GU15 2QX, ENGLAND
TEL: 01276-20916 FAX: 01276-678 740
RECEIVERS, DECODERS, DISHES, SMART CARDS

ہے اب میں اس طرف واپس آ رہا ہوں، اس میں حکمت یہ ہے کہ یہ مہینہ جگہ جگہ بدلتا رہتا ہے۔ کبھی یہ جنوب والے لوگوں کے لئے آسان ہو جاتا ہے، کبھی شمال والوں کے لئے۔ پس ایسے موقع پر اگر یہ سورج والا مہینہ ہوتا تو بعض لوگوں پر ہمیشہ بہت ہی سخت رہتا۔ لمبے سے لمبا دن اور پر آزار دن جس میں گرمی سے لوگوں کی زبانیں سوکھ جاتیں اور تڑپ تڑپ کے بعض جان دے دیتے۔ ہمیشہ مسلسل ایسی ہی تکلیف لے کر ان کے لئے آتا۔ اور بعض جگہ اتنا چھوٹا ہوتا اور موسم بھی ٹھنڈا کہ ان کو پتہ ہی نہیں لگتا بلکہ ان کے لئے یہ مصیبت ہوتی کہ کھائیں کیسے۔ ایک روزہ افطار بھی کریں اور سحر بھی کریں، بیچ میں تہجد بھی پڑھیں، چند گھنٹوں کے اندر یہ ممکن نہیں ہے۔ پس کتنے گھنٹے کے لئے ممکن ہے اس کی علامتیں ساتھ بیان فرما دی گئیں کہ جہاں سورج کی علامتوں سے عبادتیں کھل کے واضح ہوں، جہاں رمضان پر یہ بات صادق آئے کہ سفید دھاگہ کالے دھاگے سے ممتاز ہو سکے وہ دن معمول کے دن ہیں۔ جہاں ان میں سے کوئی علامت اطلاق نہ پائے وہاں تم نے اندازے کرنے ہیں۔ مگر معمول کے دنوں میں بھی تو بہت فرق ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے احسان فرمایا کہ "تلک الایام نداولھا بین الناس" کا مضمون رمضان سے بھی باندھ دیا اور رمضان چکر کھاتا رہتا ہے۔ کبھی سخت روزے آتے ہیں اور وہ اپنا سبق سکھا کے چلے جاتے ہیں کہیں نرم روزے آتے ہیں تو راتوں کی جفاکشی بڑھ جاتی ہے۔ پس کبھی دن کی سختی کے مزے ہیں کبھی رات کی لمبائی کے مزے ہیں۔ کبھی ایک ابتلاء ہے کبھی دوسرا۔ کبھی ایک انعام ہے کہیں دوسرا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان ایام کو آپس میں پھیر رکھا ہے۔ پس رمضان ہی وہ مہینہ ہے جس میں سورج اور چاند دونوں اکٹھے عبادتوں پر گواہ بنتے ہیں۔ ورنہ سارا سال سورج تو بنا رہتا ہے چاند گواہ نہیں بنتا۔ تو "فیہ القرآن" میں ایک یہ بھی مضمون ہے کہ کوئی چیز رمضان میں باقی ہی نہیں رہی جس کا بیان نہ ہوا ہو قرآن کریم میں۔ قرآن میں چاند والی عبادتوں کا بھی ذکر ہے، سورج والی عبادتوں کا بھی ذکر ہے، رمضان میں یہ بھی دونوں اکٹھی ہو گئیں۔

یہ دور ایسا ہے کہ اس میں خدا تعالیٰ کے قائم کردہ قوانین کو خدا نے خود ہی بندوں کے لئے مسخر فرما رکھا ہے اور نئی نئی باتیں جو ہمارے علم میں آ رہی ہیں ان کو خدمت دین میں استعمال کرنا چاہئے

پس رمضان کے مہینے کے مفہوم کو اچھی طرح سمجھیں جہاں ظاہری علامتوں کا تعطل ہو گیا ہے وہاں آپ پر فرض ہے کہ روزمرہ کے معمول کے دنوں کا اندازہ کریں۔ معمول کے دن قرآن کی تعریف سے یہ بنیں گے کہ جن دنوں میں صبح کی سفیدی اور شام کی شفق کے درمیان ایک اندھیرا حائل ہو تا کہ قرآن کریم کی یہ بات پوری اتر سکے کہ سفید دھاگہ کالے دھاگے سے الگ ہو جائے۔ اور اگر دونوں دھاگے ہی سفید ہوں تو پھر الگ کیسے ہونگے۔ اس لئے تمام جماعتوں میں علماء کے ایسے بورڈ بنانے چاہئیں، ان تمام جماعتوں میں جو یا جنوب کے زیادہ قریب ہیں یا شمال کے زیادہ قریب ہیں تاکہ اپنی اپنی جماعتوں کی راہنمائی کر سکیں۔ اور امر واقعہ یہ ہے کہ ایک ہی ملک میں بعض دفعہ ایک رمضان ایک جگہ غیر معمولی ہو جاتا ہے دوسری جگہ معمولی رہتا ہے اور جتنا شمال کی طرف یا جنوب کی طرف جائیں گے اتنا ہی ایک ملک کے اندر رہتے ہوئے بھی تفریق کرنی پڑتی ہے۔ پس بجائے اس کے کہ آپ ہر بات مرکز سے لکھ کر ہم سے حساب کروائیں، اصول سمجھ لیں اور پھر جو آپ کے ہاں مختلف گورنمنٹ کے محکمے ہیں موسمیات کے ان سے مشورہ کریں۔ آبزرویٹری (Observatory) .... جو بھی ہے جو بھی ان کی رصد گاہیں بنی ہوئی ہیں جہاں سے وہ زمین و آسمان کا مطالعہ کرتے ہیں یعنی موسمیات کے دفتر اور ان کے محکمے ان سے مشورہ کر کے تو مختلف جماعتوں کے لئے رمضان سے پہلے ہی ان کے شیڈول (Schedule) بنانے چاہئیں۔ اور بتانا چاہئے کہ فلاں جماعت کا معمول کا رمضان فلاں دن سے فلاں دن تک ہے اور فلاں دن سے فلاں دن تک کا جو رمضان کا حصہ ہے وہ معمول سے نکل گیا ہے اس لئے وہاں آپ کو قرآن کریم اختیار دیتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے جو قرآن کا مفہوم سمجھا اور وہی درست ہے وہ آپ کو اختیار دیتا ہے کہ اندازے کے مطابق اپنی نمازوں کو بھی تقسیم کریں اور روزوں کے وقت بھی مقرر کریں۔

اور ایسی صورت میں دو طریق ہیں دونوں میں سے ایک آپ اختیار کر سکتے ہیں۔ ایک یہ ہے کہ معمول کے دن کے روزوں سے مراد بارہ گھنٹے کا دن، بارہ گھنٹے کی رات لے لی جائے جو وسطی ہے۔ لیکن اگر یوں کریں گے تو ان دنوں کا اس ملک کے باقی دنوں سے بہت زیادہ فرق ہو جائے گا اور جہاں بھی معمول کے دنوں کا غیر معمولی دنوں سے جوڑ ہو گا وہاں تفریق بہت بڑی ہو جائے گی۔ اس لئے دوسرا جو طریق ہے جو میرے نزدیک زیادہ مناسب ہے وہ یہ ہے کہ اپنے سے قریب تر معمول کے دنوں کے مطابق عمل کریں۔ یعنی اگر ساٹھ (٦٠) یا ستر (٧٠) ڈگری شمال پر ایک ملک کا کوئی شہر آباد ہے اور اس ملک کا ایک حصہ پچاس (٥٠) ڈگری یا چالیس (٤٠) ڈگری شمال پر بھی ہے اگر ایک سال میں جو جنوبی حصہ ہے اس کا سارا رمضان معمول کا رمضان ہے یعنی سورج کی علامتیں اور چاند کی علامتیں پوری اس پر صادق آ رہی ہیں اور شمالی حصے پر صادق نہیں آ رہیں تو بجائے اس کے کہ وہ چھلانگ لگا کر خط استواء تک پہنچے اور وہاں کا معمول پکڑے، عقل تقاضا کرتی ہے کہ اپنے ہی ملک میں جو قریب تر جگہ ہے جہاں معمول کے روزے چل رہے ہیں ان کے اندازے کے مطابق اپنے روزوں کے اندازے کر لیا کرے۔ تہجد کا وقت بھی اس کے مطابق کرے اور سحری کا وقت بھی اور افطاری کا وقت بھی اور اس طریق پر انشاء اللہ تمام جماعت اسلامی کو وقت کے اختلاف کے باوجود بھی ایک وحدت ضرور نصیب ہوگی اور وحدت کے مختلف رنگ ہیں۔ ایک وحدت یہ ہے کہ ایک ہی اصول کے مطابق سب چلیں، نئے اصول اپنی اپنی جگہ الگ نہ گھڑیں۔ قرآن کریم نے جو اصول بنایا ہے وہ بڑا واضح اور قطعی ہے جو میں آپ کے سامنے کھول چکا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے جو اس کا مطلب سمجھا اور دنیا پر خوب کھول دیا اس کے بعد آپ اس اصول پر عمل کریں پھر خواہ کسی کا رمضان کسی اور دن شروع ہو اور کسی کا اور دن شروع ہو وحدت میں فرق نہیں آئے گا کیونکہ وحدت توحید کی اطاعت سے وابستہ ہے انسانی گھڑیوں کے حساب سے وحدت نہیں بنائی جا سکتی۔ ۔ اتنا فرق پڑ جاتا ہے زمین کے دور کی وجہ سے کہ ایک دن آج یہاں جمعہ ہے تو ایک ایسی جگہ ہے جہاں جمعرات ہے اور اسی وقت ایک جگہ ایسی ہے جہاں ہفتہ طلوع ہو چکا ہے تو زبردستی وحدت کیسے آپ بنائیں گے۔ توحید کے خلاف چل کر وحدت بنائی جا سکتی ہے؟ جس خدا نے پیدا کیا ہے اس کی غلامی میں وحدت بنے گی اس سے ہٹ کر نہیں بن سکتی۔ پس اس کے قوانین کو سمجھنا اور ان پر ایک اصول کے مطابق تمام دنیا میں یکساں عمل کرنا پھر اگر وقت تبدیل بھی ہوں تو وحدت نہیں ٹوٹ سکتی کیونکہ اللہ کے احکام کے تابع آپ منسلک رہیں گے، ایک لڑی میں منسلک رہیں گے کوئی آپ کو الگ نہیں کر سکتا۔

پس میں امید رکھتا ہوں کہ آج کے بعد اس بارے میں مجھے مزید خط موصول نہیں ہونگے ورنہ سارا رمضان کافی ڈاک پر بوجھ پڑ جاتا ہے۔ ہر آدمی اپنی جگہ سے پوچھتا ہے کہ بتاؤ ہم یہاں کیا کریں، ہم وہاں کیا کریں، تمام ممالک اس خطبے کی روشنی میں کمیٹیاں بنائیں اور وہ سب کی رہنمائی کریں اور جو اصول میں نے آپ کے سامنے رکھ دیئے ہیں وہ بالکل کھل چکے ہیں، مجھے نہیں سمجھ آ سکتی کہ اس کے بعد پھر بھی کوئی ابہام باقی رہے۔

جس خدا نے پیدا کیا ہے اس کی غلامی میں وحدت بنے گی اس سے ہٹ کر نہیں بن سکتی

اب اگلا حصہ ہے "ومن کان مریضاً او علیٰ سفر فعدۃ من ایام اخر" پس جو بھی کوئی مریض ہو یا سفر پر ہو "فعدۃ من ایام اخر" تو اسے دوسرے ایام میں اس عدت کو پورا کرنا ہو گا یعنی مریض ہو تو روزہ نہ رکھے۔ سفر کے ساتھ یہ شرط نہیں لگائی کہ اگر سفر مشکل ہو تو روزہ نہ رکھے، سفر آسان ہو تو رکھ لے۔ اس لئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اس آیت کی رو سے یہ واضح فتویٰ تھا کہ روزے کی آسانی یا

سب کچھ تیری عطا ہے　　گھر سے تو کچھ نہ لائے

با اعتماد ادارہ

DAUD TRAVELS

آپ بھی آیئے اور آزمایئے

دنیا کے کسی بھی ملک میں جب چاہیں رخت سفر باندھیں

آپ ہمیں اپنا پروگرام دیں، اسے خوبصورت انداز میں فریم ہم کریں گے

عمرہ یا حج

جلسہ سالانہ انگلستان یا قادیان، کہیں بھی جانا ہو

نشست محفوظ کرائیں اور خوشگوار سفر کی ضمانت حاصل کریں

پاکستان انٹرنیشنل ایرلائنز کی خصوصی پیشکش، ۴ افراد پر مشتمل کنبہ کے لئے ٹکٹ میں ۱۰٪ رعایت

بذریعہ فیری جلسہ سالانہ انگلستان میں شمولیت کرنے والوں کے لئے خصوصی رعایت ۵ افراد بمعہ کار کرایہ ۱۲۰ مارک صرف۔ بس کے سفر کا بھی انتظام موجود ہے۔ بذریعہ ہوائی جہاز سفر کے لئے پیشگی بکنگ جاری ہے

اس کے علاوہ

ہر قسم کے سرکاری و غیر سرکاری دستاویزات کے جرمن ترجمہ کا بارعایت انتظام بھی موجود ہے

Bilal Daud Kahlon

Daud Travels

Otto Str. 10,60329. Frankfurt am Main

Direkt vor dem, Intercity Hotel

Telefon: (069) 23 3654, Fax: (069) 25 93 59

MOBILE: 01716221046

مشکل زیر بحث نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان کی اطاعت ہی میں آسانی ہے اور اسی میں نیکی، اسی میں تقویٰ ہے۔ پس جب رمضان میں سفر آئے تو روزہ نہ رکھو اور جب رمضان گزر جائے تو جتنے روزے چھٹ گئے ہیں "فعدة من ایام اخر" پھر دوسرے دنوں میں اس مدت کو پورا کر لیا کرو۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں یہ نیکی ہے کہ سفر میں بھی روزہ رکھ لیا جائے اور یہ زیادہ بہتر ہے حالانکہ بالکل غلط بات ہے۔ تمام روزہ رکھنے والے جانتے ہیں کہ رمضان کے مہینے میں روزے آسان ہو جاتے ہیں کیونکہ سارے ہی رکھ رہے ہوتے ہیں۔ اس لئے نفس کا بہانہ ہوتا ہے کہ میں نیکی کر کے سفر میں روزے رکھ رہا ہوں۔ نفس بعض دفعہ دھوکہ دیتا ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ سفر کے دوران رمضان میں روزے رکھ لئے جائیں تو وہ آسان ہیں۔ رمضان گزرنے کے بعد پھر وہ روزے پورے کئے جائیں تو یہ مشکل ہے۔ تو وہ اپنی طرف سے نیکی کر رہا ہوتا ہے حالانکہ نفس کے بہانے کے تابع وہ خود دھوکہ کھا رہا ہوتا ہے۔ نیکی، تنگی یا مشکل میں نہیں ہے۔ نیکی اللہ تعالیٰ کی رضا میں ہے۔ جس بات کا اللہ حکم دے اسے قبول کرو جس کی وہ اجازت دے شوق سے اس اجازت کو استعمال کرو اور یہی انسانی فطرت کا تقاضا ہے۔ بعض دفعہ کسی کو آپ کوئی چیز دیتے ہیں بعض بچے آتے ہیں کہ نہیں نہیں، رہنے دیں، کوئی ضرورت نہیں۔ میں نے دیکھا ہے ماں باپ کی لگتا ہے جان نکل گئی ہے، فکر سے وہ ڈانٹتے ہیں، ضرورت نہیں کیا مطلب لے لو تمہیں خدا نے توفیق دی ہے تمہیں کچھ انعام دیا جا رہا ہے اسے ضائع مت کرو اور یہ انسانی فطرت کی آواز ہے کیونکہ وہ جو تکلف ہے جب کوئی دینے والا ایسا ہو جس سے تمہیں پیار ہو یا جس کے لئے تمہارے دل میں عزت ہو اس کا کچھ عطا کرنا اگر تم قبول کرو تو اس کے لئے خوشی کا موجب ہوتا ہے اگر نہ قبول کرو تو اس کے چہرے پر ملال کے آثار آ جاتے ہیں، اس کا دل چاہتا ہے میں دے رہا ہوں لے لے اس کو بھی مزہ آئے مجھے بھی مزہ آئے۔

وحدت توحید کی اطاعت سے وابستہ ہے، انسانی گھڑیوں کے حساب سے وحدت نہیں بنائی جا سکتی

تو انسان کو خدا تعالیٰ نے اپنی فطرت کے مطابق پیدا فرمایا ہے۔ اس کا ایک یہ بھی معنی ہے کہ اگر فطرت سچی اور پاک ہو تو اس کو دیکھ کر خدا کے منشاء کا بھی اندازہ ہو جاتا ہے۔ پس جہاں اللہ تعالیٰ رعایت دے رہا ہے وہاں نہیں نہیں جی ہم تو سختی کر سکتے ہیں کوئی بات نہیں یہ بہت بے وقوفی کی بات ہے اس رعایت کو پیار اور محبت سے سر جھکا کر عشق کے جذبے سے قبول کرو۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو چھ چھ مہینے کے مسلسل روزے رکھے ہیں اور ایسے روزے رکھے ہیں جن میں صبح اور شام کی خوراک اتنی کم ہو چکی تھی کہ ایک عام انسان اس پر زندہ نہیں رہ سکتا۔ اور اس کے باوجود عبادت کی سختیاں، تو اس کا فتویٰ ہے یہ، جس کی اپنی عبادتوں کا یہ حال تھا جس کا مطلب ہے کہ لازماً سراسر ایک عشق کے اعلیٰ مقام کا فتویٰ ہے۔ ایک ایسے عارفانہ مقام کا فتویٰ ہے جو جانتا ہے کہ نیکی صرف رضا کے ساتھ تعلق رکھتی ہے جسم کی سختی کے ساتھ نہیں۔ اور روزوں میں بھی جسمانی سختی خدا تعالیٰ کے پیش نظر ہے ہی نہیں اور بہت سی باتیں ہیں جو پیش نظر ہیں مگر تکلیف دینا خدا کے پیش نظر نہیں ہے۔ پس جب خدا فرماتا ہے کہ چھوڑ دو تو چھوڑ دو، جب خدا کہتا ہے رکھو تو رکھو۔ پس فرمایا "من کان مریضاً" جو بیمار ہو "او علیٰ سفر" یا سفر پر ہو "فعدة من ایام اخر" تو پھر رمضان میں روزے نہ رکھنا بعد میں رکھ لینا۔

"یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر" اس وہم میں مبتلا نہ ہو کہ سختی کرو گے تو خدا بہت خوش ہو گا۔ اپنی جان کو مصیبت میں ڈالا ہوا ہے تو اللہ بڑا راضی ہو گیا تم مصیبت میں پڑ گئے۔ اللہ تو تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے سختی نہیں چاہتا اور کوئی دوست کسی دوست کے لئے سختی نہیں چاہتا۔ کوئی ماں کسی بچے کے لئے سختی نہیں چاہتی۔ پس یہ مفہوم بھی ہے جو سمجھنے سے تعلق رکھتا ہے اس کے باوجود ماں صبح جلدی بچے کو اٹھا کر تیاری کرواتی ہے، سکول بھجوانے کے لئے، روتا پیٹتا بھی رہے تب بھی اس کو زبردستی ٹھیک ٹھاک کر کے سکول بھیج دیتی ہے تو کوئی کہہ سکتا ہے کہ ماں سختی چاہتی ہے۔ اس حد تک سختی لازم ہے جس حد تک جس پر سختی کی جائے یعنی اپنا پیارا وہ اس سختی کا محتاج ہے اور اس کے بغیر وہ فوائد سے محروم رہ جائے۔ پس محبت میں جہاں سختی ہٹائی جا سکتی ہو، ترک کی جا سکتی ہو محبت کرنے والا کبھی سختی میں نہیں ڈالے گا۔ جہاں سختی لازمہ ہے اس سے گزرے بغیر اپنے محبوب کی بھلائی ممکن نہیں ہے اس حد تک اور صرف اس حد تک سختی ایک پیار کرنے والے سے اپنے پیارے کے اوپر ڈالی جاتی ہے اور یہی عبادتوں کا سارا مفہوم ہے۔ جہاں سختیاں ہیں وہاں اس کے بدلے ضرور آسانیاں مقدر ہیں۔ ورنہ کبھی بھی خدا تعالیٰ انسان پر سختی نہ ڈالتا۔ چنانچہ فرمایا "فان مع العسر یسراً ان مع العسر یسراً" دیکھو عبادت کے مضمون میں یہ بات ہو رہی ہے "فاذا فرغت فانصب والیٰ ربک فارغب" تو عبادت کے تعلق ہی میں یہ بات ہو رہی ہے رمضان کی۔ فرمایا دیکھو جو سختی بھی ہم ڈالتے ہیں ایک یہ معنی بھی ہے اس آیت کا لازماً اس کے بعد آسانی آتی ہے اور آسانی کی خاطر سختی ڈالی جا رہی ہے، سختی کی خاطر سختی نہیں ڈالی جا رہی۔ پس قرآن کریم کی تمام آیات مسلسل اسی مضمون پر روشنی ڈالتی چلی جا رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ سختی کو پسند نہیں کرتا، نہ سختی کی خاطر کسی کو سختی میں مبتلا فرماتا ہے ہاں بعض فوائد ایسے ہیں جو سختی میں سے گزرنے کے بعد آخر پر رکھے گئے ہیں۔ اب زمیندار ہے جو محنت کرتا ہے تو اس کو چھ مہینے یا سال کے بعد آنے والی فصل دکھائی دے رہی ہوتی ہے۔ اس کی خاطر وہ خود اپنے آپ کو مشقت میں ڈالتا ہے، اپنا دشمن تو نہیں ہے۔ کوئی شخص اپنا دشمن نہیں ہوا کرتا سوائے اس کے کہ پاگل ہو۔ تو وہاں اس کو دکھائی دے رہا ہے کہ یہ سختی ہی مجھے مناسب ہے، یہی مجھے راس آئے گی۔ اور جہاں ہمیں دکھائی نہیں دے رہا ہوتا وہاں اللہ کو دکھائی دے رہا ہوتا ہے۔ پس خدا کی وسیع نظر کے سامنے سر تسلیم خم کریں۔ جو اللہ چاہے جس حد تک سختی ڈالے اسی تک قبول کریں اس سے آگے بڑھ کر زبردستی آپ خدا کو راضی نہیں کر سکتے۔

نیکی، تنگی یا مشکل میں نہیں ہے، نیکی اللہ تعالیٰ کی رضا میں ہے

چنانچہ اس مضمون پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے عبادتوں کے تعلق میں ہی ایک موقع پر بڑے جلال سے فرمایا کہ دیکھو تم اپنے اوپر سختیاں کر کر کے خدا پر غالب نہیں آ سکتے۔ ناممکن ہے کہ تم زبردستی خدا کو خوش کر سکو ہاں تم ٹوٹ جاؤ گے اور خدا کی تقدیر تمہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دے گی۔ پس سختیاں خدا کی طرف سے بھی سختی کی خاطر نہیں ڈالی جاتیں اور انسان کو بھی زبردستی خدا کو خوش کرنے کی توفیق نہیں ہے۔ ایسا کرنے کی کوشش کرے گا تو خود مارا جائے گا۔ اس لئے اس مضمون کو سمجھتے ہوئے اس رمضان میں داخل ہو تا کہ "یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر" کا یہ مضمون بھی روشن ہو کہ یہ رمضان ہمارے لئے بہت سی آسانیاں لے کر آئے جو پہلے نہیں تھیں۔ ان آسانیوں میں سے عبادت کا سہولت کے ساتھ اور ہلکے مزاج کے ساتھ ادا کرنا ہے۔ بہت سے ایسے احمدی بڑے اور چھوٹے ہیں جو مجھے خط لکھتے ہیں کہ ہمارے لئے عبادت مشکل بڑی ہے اور ہم خطبے سنتے ہیں، سمجھتے بھی ہیں، دل بھی چاہتا ہے مگر کیا کریں کہ دل کے اوپر وہ جو بوجھ سا رہتا ہے زبردستی عبادت کرنے کا وہ اترتا نہیں۔ رمضان کا ایک ایسا موقع ہے جس میں یہ بوجھ اتارنا آسان ہو جاتا ہے۔

رمضان میں عبادت کی جو ورزش کی جاتی ہے اس کے بعد نسبتاً زیادہ طاقتور اور ہلکے محسوس ہونے والے بدن کے ساتھ انسان رمضان میں سے نکلتا ہے۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ خدا کی خاطر خدا کی عبادتوں کی توفیق مانگنے کے لئے سب سے عظیم مہینہ رمضان کا مہینہ ہے کیونکہ اس مہینے کے تعلق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "واذا سالک عبادی عنی فانی قریب" اگر تجھ سے میرے بندے میرے متعلق پوچھیں تو کہہ دے کہ میں قریب ہوں۔ اور بہت سے عارف باللہ ہیں جنہوں نے اس مضمون کو اسی معنے میں سمجھا کہ میں قریب ہوں خصوصیت سے رمضان میں۔ رمضان کی بات ہو رہی تھی تو کہو میں دور کہاں ہوں، اب تو میں بہت قریب اتر آیا ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے بہت سی احادیث میں بالکل یہی مضمون بیان فرمایا ہے کہ جیسا قریب رمضان میں خدا آتا ہے ویسا قریب نہیں آتا تو "سالک عبادی عنی فانی قریب۔ اجیب دعوة الداع اذا دعان" میں تو ہر پکارنے والے کی پکار کو سنتا ہوں جب وہ مجھے بلاتا ہے۔ ایک شرط ہے "فلیستجیبوالی" میری باتیں بھی تو مانا کریں۔ یک طرفہ تو نہیں کہ مصیبت میں پڑ گئے، پیٹ میں درد ہو رہی ہے، کینسر ہو گیا، کوئی رشتہ ٹوٹ رہا ہے، کوئی قرضوں میں مبتلا ہو گئے تو دوڑے دوڑے اس خدا کی طرف گئے جس کا عام حالات میں رستہ ہی نہیں آتا تھا۔ اس کے قریب نہیں ہے اللہ۔ اس کے قریب ہے جو ہمہ وقت قریب رکھتا ہے اور اگر عام حالات میں نہیں رکھتا تو رمضان میں تو اس نے نمازیں شروع کر دی ہیں نا۔ اب دیکھیں کتنے لوگوں کے واقعتہً خدا قریب آ گیا ہے۔ بہت سے ایسے لوگ ہیں جو سارا سال سوائے جمعہ کے کوئی نماز نہیں پڑھتے یا جمعہ بھی نہیں پڑھا کرتے تھے، رمضان میں یا جمعہ شروع کر دیتے ہیں یا باقی نمازیں بھی شروع کر دیتے ہیں۔ تو خدا تعالیٰ کا یہ اعلان رمضان کے تعلق میں کتنا مناسب حال ہے کہ تم میں سے بہت سے تھے جن سے میں دور تھا یعنی تم نے مجھے دور رکھا ہوا تھا۔ رمضان میں میں ان کے بھی قریب آ جاؤں گا۔ پس رمضان میں مجھ سے دعائیں کرو، مجھ سے مدد مانگو تو تمہاری مشکل آسانی میں تبدیل ہو جائے گی اور عبادت کی مشکل بھی تمہارے لئے آسان ہو جائے گی۔ اس رمضان سے گزر کے باقی سال کی عبادتیں پھر بڑے ہلکے انداز کے ساتھ تم کر سکو گے۔ تو دعا کریں میں بھی دعا کرتا ہوں اللہ کرے ہم سب کے لئے یہ رمضان وہ تمام برکتیں لے کے آئے جن کا اس آیت کریمہ میں ذکر ہے اور واقعتہً ہم خدا کو اس طرح قریب دیکھ لیں کہ ہم دعا کریں اور وہ ہماری دعاؤں کا جواب دے۔ اور یہ تبھی ممکن ہو گا اگر ہم ہمہ وقت اللہ کی پکار پر لبیک کہنے کے لئے تیار رہیں، اپنی روح کے ساتھ بھی، اپنے بدن کے ساتھ بھی، اپنی جانوں کے ساتھ بھی، اپنے اموال کے ساتھ بھی۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق بخشے۔

محمد صادق جیولرز

MOHAMMAD SADIQ JUWELIER

آپ کے شہر ہمبرگ میں عرب امارات کی دوسری شاخ۔ ہمارے ہاں جدید ترین ڈیزائنوں میں خالص سونے کے زیورات دستیاب ہیں۔ عرب امارات کے بنے ہوئے ۲۲ قیراط سونے کے زیورات گارنٹی کے ساتھ دستیاب ہیں۔ نیز زیورات کی مرمت کے علاوہ ہر قسم کے زیورات آرڈر پر بھی بنوائیں۔ پرانے زیورات کو نئے میں بھی تبدیل کروا سکتے ہیں۔

ہمارے پتہ جات

Hamburg:
Hinter der Markthalle 2
Near, Thalia Theater Karstedt,
20095 Hamburg,
Tel: 040/30399820

Frankfurt:
S. Gilani,
Tel: 069/685893

سفر مالاوی

قید ـــــ اور ـــــ رہائی

(مقبول احمد ذبیح، سابق مبلغ زمبیا)

مالاوی کا تعارف

مالاوی وسطی افریقہ کے جنوب میں واقعہ ایک چھوٹا سا ملک ہے جو افریقہ کے نقشے پر شمالاً جنوباً پھیلا ہوا ہے۔ اس کے مشرقی حصہ میں جھیل مالاوی پائی جاتی ہے۔ جو کہ سطح سمندر سے ۱۵۰۰ فٹ بلند ہے۔ اس کی لمبائی ۳۵۰ میل اور چوڑائی ۲۵ میل ہے۔ اس جھیل کی وجہ سے اس ملک کا نام مالاوی پکارا جاتا ہے۔ آزادی سے قبل اس کا نام "نیاسالینڈ" تھا۔ ۱۹۶۳ء میں آزادی کے فوراً بعد نئی حکومت نے اس کا نام مالاوی رکھ دیا یعنی "چمکتے سورج اور پانیوں والی سرزمین"۔

یہ ملک نہایت خوبصورت مناظر اور سرسبز و شاداب وادیوں، بہت زیادہ نشیب و فراز اور ندی نالوں پر مشتمل ہے۔ مشہور رفٹ ویلی اور جھیل مالاوی نے اس کی خوبصورتی اور زرخیزی میں کافی اضافہ کر رکھا ہے۔ جبکہ اس کا رقبہ ۱۱۸۴۸۵ مربع کلومیٹر ہے۔ یہ شمال مشرق میں تنزانیہ، مشرق مغرب اور جنوب میں موزنبیق اور مغرب میں زیمبیا سے گھرا ہوا ہے۔ شمال اور جنوب میں اس کی چوڑائی زیادہ سے زیادہ ۲۵ سے ۳۰ کلومیٹر اور وسطی علاقہ میں سات آٹھ سو کلومیٹر ہے۔ اس ملک کی بڑی پیداوار مکی، تمباکو، مونگ پھلی اور تیل پیدا کرنے والی فصلیں ہیں۔ ملکی تقسیم کے لحاظ سے اس کے تین ریجن شمالی، وسطی اور جنوبی ہیں۔ اس کا صدر مقام Lilongwe جنوبی ریجن میں واقع ہے۔

مالاوی میں احمدیت کا نفوذ

مالاوی میں احمدیت کا نفوذ تیس پینتیس سال قبل ہو چکا تھا۔ شمال میں تنزانیہ کی سرحد کے ساتھ ایک گاؤں میں ایک دوست آشم چیدا حاجیری صاحب کو چند کتب مطالعہ کرنے کے بعد احمدیت قبول کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ آہستہ آہستہ انہوں نے تبلیغ شروع کی اور خال خال لوگ احمدیت میں داخل ہوئے۔ مکرم حاجیری صاحب نے تنزانیہ میں احمدیہ مشن سے رابطہ قائم کیا۔ وہاں سے ان کا رابطہ لندن کروایا گیا۔ اس رسل و رسائل کے سلسلہ نے ترقی کی۔ مکرم حاجیری صاحب کو دونوں اطراف سے لٹریچر ملنے لگا۔ اور یوں وہ اپنے فرائض منصبی کے ساتھ ساتھ احمدیت کی تبلیغ بھی کرنے لگے اور دور و نزدیک چند مقامات پر کچھ لوگ احمدی ہو گئے۔ مگر جماعت منظم نہیں تھی اور اسی طرح تربیت کی بھی محتاج تھی۔ مشکل حالات کے باوجود مکرم حاجیری صاحب نے ہمت نہیں ہاری۔

صد سالہ جوبلی کے موقعہ پر ایسے ملک جن میں احمدی تو تھے مگر باقاعدہ مرکز ابھی قائم نہیں ہوا تھا۔ ان کو ہمسایہ ملک جہاں پر باقاعدہ مرکز قائم تھا کی نگرانی میں دینے کا پروگرام بنایا گیا اور یوں اس سکیم کے تحت زمبیا کے حصہ میں مالاوی اور زمبابوے آئے۔

روانگی برائے مالاوی

مرکز کی اجازت سے خاکسار نے مالاوی کا ویزا حاصل کیا اور لوساکا (Lusaka) زمبیا سے ۱۳ دسمبر ۱۹۸۷ء کو مالاوی کے سفر پر روانہ ہوا اور اسی روز شام کے وقت Blantyre شہر کی ائرپورٹ پر اترا۔ مکرم برادرم حاجیری صاحب کو میں نے قبل از وقت بذریعہ تار اطلاع تو دی تھی مگر ڈاک کے نظام کی خرابی کی وجہ سے انہیں نہ مل سکی اور مجھے ائرپورٹ سے ان کے گھر تک جو کہ ۲۰ کلومیٹر تھا بذریعہ ٹیکسی جانا پڑا۔ گھر تلاش کرنے میں کوئی مشکل پیش نہ آئی کیونکہ ٹیکسی ڈرائیور کو جگہ کا پتہ تھا اور ویسے بھی وہ مکرم حاجیری صاحب کو جانتا تھا۔ مکرم حاجیری صاحب مجھے اچانک دیکھ کر حیران ہوئے اور خوشی کا اظہار کرتے ہوئے بڑی محبت سے ملے۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ۔

احمدیت کی تبلیغ کے ساتھ ساتھ وہ اس کوشش میں بھی تھے کہ ہمارا مرکز مالاوی میں رجسٹرڈ ہو جائے اور باقاعدہ مبلغ یہاں آ سکے۔ انہوں نے رجسٹرار کے دفتر میں کارروائی شروع کی ہوئی تھی۔ ہم دونوں رجسٹرار کے دفتر میں گئے اور اپنا فائل دیکھا اور کام کو آگے بڑھانے کا پروگرام بنایا گیا۔

تبلیغی سفر

مکرم حاجیری صاحب اور خاکسار ۱۵ دسمبر ۱۹۸۷ء کو Limbe شہر سے قریب ایک جگہ Chiradzulu بعض احمدی دوستوں کو ملنے کے لئے گئے۔ ایک احمدی طالبعلم Mr. Shedrik Hamid Stanbuly کے گھر ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ اس گاؤں کا ایک سرکردہ مسلمان شخص آ گیا اور یہ معلوم کر کے کہ ہم بھی مسلمان ہیں اور درخواست کی کہ میں گاؤں کے لوگوں کو اکٹھا کرتا ہوں آپ تھوڑی دیر ٹھہر کر ہمیں بھی اسلام کی باتیں سنائیں۔ چنانچہ لگ بھگ چالیس افراد کو پیغام حق پہنچانے کے علاوہ اسلامی مسائل بھی بتائے۔ انہوں نے نہایت توجہ سے ہماری باتیں سنیں اور بہت خوشی کا اظہار کیا اور دوبارہ وہاں جانے کی دعوت دی۔

حسب پروگرام مورخہ ۱۸ دسمبر کو ہم پھر دوسرے گاؤں سے ہوتے ہوئے وہاں گئے۔ اس بستی کے باسی بھی ہماری باتیں سن کر اور دینی مسائل جان کر محظوظ ہوئے۔ اس گاؤں کی اکثریت مسلمان ہے۔ مرد و زن رہائش گاہ پر پہنچنے شروع ہو گئے اور مغرب و عشاء کی نمازیں ادا کرنے کے بعد وہیں مجلس جم گئی۔ ایک کمرہ میں مرد اور دوسرے میں مستورات بیٹھ گئے۔ سوال و جواب ہونے لگے۔ یہ سلسلہ رات بارہ بجے سے زائد وقت تک جاری رہا۔ وہ لوگ بہت خوش تھے کہ آج پہلی مرتبہ ہمارے ہاں ایک ایشین مسلمان رات بسر کر رہا ہے۔ اور ہم نے اسلام کے متعلق اچھے رنگ میں علم حاصل کیا ہے۔ اگلے دن فجر کی نماز کے بعد درس القرآن دیا اور پھر مجلس سوال و جواب قائم ہو گئی جو کہ دو گھنٹے تک جاری رہی۔ باہم مشورہ سے طے پایا کہ آئندہ نماز جمعہ ہم ان کے ساتھ ادا کریں۔ وہاں سے روانگی کے وقت اکثر مرد و زن اور بچے نہایت تپاک سے ہمیں الوداع کہنے کے لئے قریباً ایک کلومیٹر گاؤں سے باہر آئے۔ وہ اس بات سے بھی بہت حیران تھے کہ یہ کٹھن پہاڑی اور لمبا سفر آپ لوگوں نے پیدل طے کیا ہے اور ایک ایشین ہو کر اتنی تکلیف اٹھائی ہے۔ ہم نے کہا کہ دین کی خاطر یہ تکلیف کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ میں افریقہ کے کئی ممالک میں رہا ہوں اور اس سے بھی لمبے اور مشکل پہاڑی سفر کر چکا ہوں۔ ضمناً عرض کر دوں کہ ان دیہات میں جانے کا صرف پیدل ہی راستہ ہے۔

حسب وعدہ مورخہ ۲۵ دسمبر ۱۹۸۷ء کو ہم پھر اس گاؤں میں گئے۔ وہ لوگ ہمارے منتظر تھے۔ ہمارے پہنچنے پر نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے انہوں نے ایک کھلے سبزہ زار میں صفیں بچھا دیں۔ مرد عورتیں اور بچے ملا کر کوئی سو افراد کے لگ بھگ حاضری ہوگی۔ سب نے عاجز کی اقتداء میں نماز جمعہ ادا کی۔ مکرم حاجیری صاحب نے ترجمانی کے فرائض ادا کئے۔ پہلے سے بڑھ کر ان میں خوشی اور بشاشت کے جذبات دیکھنے میں آئے۔ اس موقعہ پر سب نے احمدیت میں داخل ہونے کا جذبہ لئے ہوئے اپنے نام لکھوائے۔ اللہ میاں ان کے جذبہ کو قبول فرما کر پکے اور سچے احمدی بنائے، آمین۔ اس موقعہ پر کچھ فوٹو بھی لئے گئے۔ مگر افسوس کہ پولیس نے وہ فلم ضبط کر لی۔

مورخہ ۲۷ دسمبر کو عاجز اور احمدی طالب علم Mr. Hamid Stanbuly کے ہمراہ Limbe سے سو کلومیٹر دور ایک اور ضلع مانگوچی (Mangochi) روانہ ہوا۔ زیادہ تر سفر ریل پر کیا اور پھر بذریعہ سٹیمر جھیل مالاوی عبور کی اور موضع Makanjire پہنچے۔ سفر کی تھکان کے ساتھ رات بھی ہو رہی تھی اس لئے بامر مجبوری پرائمری سکول کے عیسائی ہیڈ ماسٹر کے گھر رات بسر کی۔ انہیں اور دیگر اساتذہ کو تبلیغ کا موقعہ ملا۔ وہاں کے پولیس سٹیشن جا کر رپورٹ کی کہ میں مبلغ اسلام ہوں اور یہاں بعض احباب سے ملنے اور تبلیغی اغراض کے لئے آیا ہوں۔ انہوں نے میرے کاغذات دیکھے اور کہا Go Ahead میں ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے وہاں سے پیدل ایک گاؤں Mpilipili وارد ہوا۔ اس طرح مجھے اور سٹانبولی کو اس علاقہ کے چار پانچ گاؤں اور بستیوں میں جانے کا اتفاق ہوا۔ یہ سارا سفر پیدل ہی تھا۔ ہر جگہ لوگ ہمیں نہایت محبت اور خوشی سے ملے اور اسلام کے متعلق معلومات حاصل کیں۔

Mpilipili کے قریب ایک گاؤں میں ایک احمدی دوست نے دینی مدرسہ جاری کر رکھا ہے جس میں ۲۵، ۳۰ طلباء زیر تعلیم تھے۔ ان سے اور گاؤں کے دیگر دوستوں سے ملاقات ہوئی وہاں پر بھی وہی بلکہ پہلے سے بڑھ کر محبت کے جذبات اور دین سے لگاؤ کے مناظر دیکھنے میں آئے۔ وہاں بھی رات بسر کی۔

تبلیغی سفر سے واپسی

یکم جنوری ۱۹۸۸ء کو صبح سویرے ہم وہاں سے واپسی کے لئے روانہ ہوئے۔ پیدل سفر اور پھر نکلتے ہی موسلا دھار بارش نے آ لیا۔ کپڑے اور سامان بری طرح سے پانی میں شرابور ہو گئے۔ تیز ہوا نے مزید کام دکھایا کہ سردی سے جسم کانپنے لگا۔ خدا خدا کر کے سٹیمر آیا تو وہ بھی ساحل سے کافی فاصلہ پر لنگر انداز ہوا۔ کنارے سے کشتی پر سوار ہوئے تو وہ بری طرح ہچکولے کھانے لگی۔ مسافروں نے جان بچانے کے لئے پانی میں چھلانگیں لگا دیں۔ ہم بھی اتر گئے اور دوسری کشتی میں سوار ہو کر سٹیمر تک گئے۔ بہرحال افتاں و خیزاں ۲ جنوری ۱۹۸۸ء کو صبح سات بجے لمبے پہنچے۔ آتے اور جاتے وقت اس سفر میں نہایت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا جو ایک الگ داستان ہے۔

زیمبیا سے روانگی اور مالاوی پہنچ کر عاجز کو بعض خوابیں بھی آئیں جن سے مجھے یہ تفہیم ہوئی کہ اس سفر میں برکتوں کے ساتھ ساتھ بعض خطرات بھی درپیش ہیں۔ میں نے برادرم حاجیری صاحب کو بتا دیا تھا کہ ایسی خوابیں مجھے آئی ہیں۔ اب برکتیں تو مل رہی ہیں۔ معلوم نہیں خطرات کیا ہونگے۔

Mangochi کے سفر سے قبل ایک مسلمان شخص خاص طور پر کئی بار گھر پر ملنے کے لئے آتا رہتا تھا۔ اور دینی باتیں سنتا مگر دلچسپی نہ لیتا تھا۔ اس نے مکرم حاجیری صاحب کو کہا کہ میں Mangochi کے علاقہ کا ہوں اس لئے اگر میں شیخ کے ہمراہ جاؤں تو اسے سہولت رہے گی۔ اس سے قبل وہ چونکہ کہہ چکا تھا کہ مجھے Limbe میں بعض ذاتی کام ہیں وہ نمٹانے کو آیا ہوں اور میں کچھ عرصہ یہاں رہوں گا اس وجہ سے میں نے اسے ساتھ لے جانے سے انکار کر دیا نیز اس کی بعض باتوں سے مجھے شک گزرا کہ یہ شخص کسی نقصان کا موجب ہو سکتا ہے باقی صفحہ نمبر ۱۲ پر

fozman foods

A LEADING BUYING GROUP FOR GROCERS AND C.T.N. SHOPS

2 SANDY HILL ROAD, ILFORD, ESSEX

TELEPHONE

0181-478 6464

0181-553 3611

خریداران الفضل سے گذارش

کیا آپ نے نئے سال کا چندہ خریداری ادا کر دیا ہے؟

اگر نہیں تو براہ کرم اپنی مقامی جماعت میں اس کی ادائیگی فرما کر رسید حاصل کریں اور اپنے ملک کے مرکزی شعبہ اشاعت کو مطلع کریں۔ رسید کٹواتے وقت اپنا AFC نمبر ضرور درج کروائیں۔ شکریہ (مینیجر)

ہومیو پیتھی کلاس نمبر (۶۲)

سٹیفی سیگریا، میوریٹک ایسڈ، ایسڈ فاس اور سٹینم کی علامات و خواص کا تذکرہ

مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے پروگرام "ملاقات" میں ۱۷ جنوری ۱۹۹۵ء کو سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے بیان فرمودہ ارشادات کا خلاصہ

(یہ خلاصہ ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

(لندن، ۱۷ جنوری ۱۹۹۵ء) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے پروگرام "ملاقات" میں آج ہومیو پیتھی کی کلاس میں سٹیفی سیگریا (Staphysagria) اور بعض دیگر ادویہ پڑھائیں۔

سٹیفی سیگریا

STAPHYSAGRIA

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا سٹیفی سیگریا کی پہچان یہ ہے کہ مزاج حساس ہو، غصہ آتا ہو لیکن شرافت کی وجہ سے نہ بولے، دباتا رہے پھر ایک دم غصہ پھٹتا ہے اور اعصاب پر اس کا اثر ہوتا ہے اور جسمانی بیماریاں اس غصے کی علامت بن جاتی ہیں۔ نظر آنے والی بیماری سے بڑھ کر بے چینی اور تیزی ہو۔ سٹیفی سیگریا میں ان تمام علامتوں سے سکون مل جاتا ہے۔

حضور نے فرمایا بعض ڈاکٹروں نے بعض کمبی نیشن بنائے ہوتے ہیں۔ ایک کے بعد دوسری اور پھر اس کے بعد تیسری دوا استعمال کرائی جاتی ہے۔ یہ عموماً مفید ہوتا ہے۔ ان کی ترتیب بدلنا ٹھیک نہیں ہوتا۔ کیونکہ ایک دوا جہاں اثر چھوڑتی ہے وہاں سے دوسری دوا اثر شروع کرتی ہے۔ اگر اس ترتیب کو بدل دیں تو دواؤں میں ٹکراؤ شروع ہو جاتا ہے جس سے کنفیوژن پیدا ہوتا ہے جو نقصان دہ ہوجاتا ہے۔

سلفر کے بعد کلکیریا کارب کا طبعی جوڑ ہے۔ لمبا عرصہ سلفر کا استعمال کیا جائے تو اس کی علامتیں کلکیریا کارب میں بدل جاتی ہیں۔ کلکیریا کارب کھلائیں تو لائیکوپوڈیم کی ضرورت پڑ جاتی ہے۔ اگر مرض باقی رہے تو دوبارہ سلفر کی ضرورت پڑتی ہے اور اس کے بعد پھر کلکیریا کارب دی جاتی ہے۔ بعض کرانک بیماریوں میں دواؤں کی یہ ترتیب کئی سال بھی جاری رہتی ہے۔ لیکن اگر اس ترتیب کو بدلائیں اور کلکیریا کارب کے بعد سلفر دیں تو خطرناک نتائج مرتب ہوسکتے ہیں۔

ایک اور مثال یہ ہے کہ سلیشیا کا مرکری سے اختلاف ہے لیکن اگر ان دونوں کے بیچ ہیپر سلف ڈال دیں تو جھگڑا نہیں ہوتا۔

سٹیفی سیگریا کے بعد بھی کاسٹکیم اور اس کے بعد کولوسنتھ اور پھر سٹیفی سیگریا دی جائے۔

حضور نے فرمایا پیٹ درد میں کولوسنتھ چوٹی کی دوا ہے۔ اس کی علامت یہ ہے کہ مریض درد سے آگے کو دوہرا ہوتا ہے اور اس سے اس کو آرام ملتا ہے۔ سیدھا ہو تو درد بڑھتی ہے، تیز کوندے بجلی کی طرح درد کے محسوس ہوتے ہیں پھر اچانک تشنج سے جسم سکڑتا ہے۔

کولوسنتھ تمے کو کہتے ہیں۔ بےانتہا کڑوا اور ناقابل برداشت ہوتا ہے۔ اتنا زہریلا کہ اسے تجربۃً بھی کاٹ کر دیکھا جائے تو آنکھوں میں پانی آ جاتا ہے۔ عربی میں اسے حنظل کہتے ہیں۔

کاسٹکیم میں بھی پیٹ کی تکلیف کی علامات ہیں۔ اعصاب پر کاسٹکیم کا تیز کاٹنے والا اثر ہوتا ہے۔ کاسٹکیم کے بعد اگر پیٹ درد ٹھیک نہ ہو تو کولوسنتھ اچھی دوا ہے۔ کولوسنتھ سے اگر فائدہ نہ ہو تو سٹیفی سیگریا دی جائے۔ بعض دفعہ غم کو دبانے سے بھی وہی علامات ظاہر ہوتی ہیں جو غصے کو دبانے سے پیدا ہوتی ہیں۔ ان کا علاج سٹیفی سیگریا ہے۔

اس لحاظ سے دواؤں کی جو ترتیب بنتی ہے وہ یوں ہے۔ کاسٹکیم، کولوسنتھ، سٹیفی سیگریا۔ پھر اسی سلسلے کو دوبارہ چکر دیں۔

حضور نے فرمایا کہ سٹیفی سیگریا کے سر درد کی علامت یہ ہے کہ یہ پیچھے سے شروع ہوکر اوپر کو چڑھتی ہے اور سر پر قبضہ کر لیتی ہے۔ بڑھے ہوئے پراسٹیٹ کو بھی اس سے فائدہ ہوتا ہے۔

تھوجا کی طرح اس میں وارٹس (موکے) ہیں، لیکن یہ خشک ہوتے ہیں جبکہ تھوجا (THUJA) کے موکے نرم بھیگے بھیگے سے ہوتے ہیں۔ سٹیفی سیگریا کی علامات خشک ڈرائی غصے والی۔ عام طور پر جسم میں لرزے کی کیفیت۔ ایک اندرونی کپکپاہٹ ہوتی ہے۔ دیکھنے میں ہاتھ لرزتا نہیں۔ اس میں سٹیفی سیگریا مفید ہے۔

حضور نے فرمایا جلسیمیم کی علامت خشکی ہے۔ منہ خشک ہے لیکن پیاس نہیں۔ پسینہ بھی خشک۔ اس کا غصے کو دبانے سے تعلق نہیں۔ کھانے پینے میں تاخیر ہو۔ کھانے کا وقت بدل جائے۔ سونے کے وقت بدل جائیں تو جلسیمیم کی تکالیف ہوتی ہیں۔ جلسیمیم کا جگر سے بھی تعلق ہے۔ کھلا بغیر رنگ کا پیشاب۔ جلسیمیم کی زردی زبان کے نیچے اور آنکھ کے نیچے بھی نظر آتی ہے۔ پیشاب SUPPRESS ہو جاتا ہے۔

اگر کھلا صاف پیشاب جلسیمیم کے استعمال کے بعد گاڑھا زرد رنگ کا ہو جائے تو اس کا مطلب ہے کہ جلسیمیم نے کام شروع کردیا ہے۔ سٹیفی سیگریا میں یہ علامتیں نہیں ملتیں۔

سٹیفی سیگریا میں غصہ دبانے سے تمام غدودوں اور اعصاب پر اثر ہوتا ہے۔ ان کے ڈسچارجز پر اثر ہوتا ہے۔ جگر اور پراسٹیٹ کی علامات ظاہر ہوتی ہیں۔ جسم کے تمام غدودوں پر اثر ہوتا ہے۔

میوریٹک ایسڈ

MURIATIC ACID

میوریٹک ایسڈ یعنی ہائیڈرو کلورک ایسڈ (HCl) ایک عام تیزاب ہے جو ہمارے جسم کے نظام ہضم سے گہرا تعلق رکھتا ہے۔ میوریٹک ایسڈ کے بارے میں اکثر ہومیو ڈاکٹر بہت خوفناک تصویر کھینچتے ہیں کہ ایسا مریض جس کے عضلات مکمل طور پر جواب دے جائیں، سر بستر سے ڈھلک جائے اور موت میں چند ساعتیں باقی رہ جائیں اور کسی قیمت میں بھی اس میں جان نہ پڑے میوریٹک ایسڈ کا مریض کہلاتا ہے حالانکہ یہ روزمرہ کا HCl ہی ہے جس سے ہمیں روزانہ واسطہ پڑتا ہے اور جسم میں اس کی مقدار میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ جب معدہ میں تیزابیت بڑھے تو اس بات کا امکان ہے کہ میوریٹک ایسڈ کی زیادتی ہو گئی ہے یا پھر اس کے بالکل برعکس کا بھی امکان ہے اس لئے علامتیں دیکھ کر فیصلہ کرنا پڑے گا۔ اگر گلینڈز HCl بنانے کی رفتار کم کردیں تو غذا معدہ میں ہی گلنے سڑنے لگتی ہے اور دوسرے تیزاب بنانے لگتی ہے جس سے پیٹ میں ہوائیں اور تیزابیت پیدا ہوتی ہے۔ روزمرہ کی تیزابیت کمزوری پیدا نہیں کرتی بلکہ یہ اچانک جسم پر غالب آتی ہے اور ساری طاقت جذب کرلیتی ہے۔ پس اس بات کا انتظار نہیں کرنا چاہئے کہ مریض موت کے کنارے پر پہنچ جائے تو پھر میوریٹک ایسڈ دیا جائے۔ جہاں ایسی علامتیں دکھائی دیں کہ نظام ہضم میں آغاز میں اس تیزاب کی کمی محسوس ہو رہی ہے تو یہ دینے سے رفتہ رفتہ یہ کمی دور ہو جائے گی یا زیادتی کی علامتیں ملیں تو میوریٹک ایسڈ سے ہی افاقہ ہوگا۔ یہ عجیب بات ہے کہ ہومیو پیتھک دونوں طرح سے کام کرتی ہے بعض دفعہ کمی ہوتی ہے تو ہومیو پیتھی طاقت میں دوا دینے سے جسم کو کمی کا احساس ہو جاتا ہے اور وہ ٹھیک مقدار میں تیزاب بنانے لگتا ہے۔ بعض دفعہ اضافہ ہو تو ہومیو پیتھی دوا خطرے کا الارم بجاتی ہے کہ بہت زیادہ ہوگیا ہے جسم خود بخود یہ سب کچھ کرتا ہے۔

میوریٹک ایسڈ کی دوسرے تیزابوں سے پہچان بہت ضروری ہے۔ میوریٹک ایسڈ کا دماغ پر کوئی بداثر ظاہر نہیں ہوتا۔ اعصاب اور عضلات اس تیزابی اثر سے جتنا مرضی متاثر ہوجائیں دماغ بالکل صاف اور ٹھیک رہتا ہے لیکن ایسڈ فاس (ACID PHOS) اس کے بالکل برعکس اثر دکھاتا ہے۔ وہ پہلے دماغ پر اثرانداز ہوتا ہے مریض کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت مفلوج ہو جاتی ہے۔ دماغی قوت رفتہ رفتہ کم ہونے لگتی ہے یادداشت میں کمی واقع ہو جاتی ہے اس قسم کی علامتیں کچھ عرصہ کے بعد آہستہ آہستہ عضلاتی کمزوریوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں اور ایسڈ فاس کا مریض عضلاتی مریض بننے میں بہت وقت لیتا ہے۔ اس دوا سے اگر اس کی دماغی علامات کا علاج نہ کیا جائے تو عضلاتی مریض بنتے بنتے وہ ہاتھ سے نکل جائے گا، بہت انتہائی حالت پیدا ہو جاتی ہے۔ میوریٹک ایسڈ کے مریض کو سنبھالنا نسبتاً بہت آسان ہے کیونکہ اگر موت کے وقت بھی اس کی علامتیں ظاہر ہوں لیکن یہ پتہ ہو کہ دماغ صحیح ہے اور نفسیاتی کیفیات پر کوئی بداثر نہیں ہے تو ایک دو خوراکوں سے آرام آجائے گا کیونکہ تیزاب کے نتیجہ میں پیدا ہونے والا ضعف جتنا خطرناک ہو اتنی ہی جلدی پیچھا بھی چھوڑ دیتا ہے اور لمبا گہرا اثر باقی نہیں رہتا۔ یہی حال سلفیورک ایسڈ کا بھی ہے۔ اس لئے تیزابوں کے مزاج کو سمجھنا اور ان کا آپس میں موازنہ کرنا بہت ضروری ہے۔ ایسڈ فاس کا دماغی کمزوری کے علاوہ بالوں پر بھی اثر ظاہر ہوتا ہے اور وہ کمزور ہو کر جھڑنے لگتے ہیں جبکہ میوریٹک ایسڈ میں بالوں کی کوئی علامت ظاہر نہیں ہوتی۔ ایسڈ فاس کا دوسرا اثر ذیابیطس پر ہے۔ اگر ایسا مریض ہو جس میں ذہنی کمزوری کی علامتیں ظاہر ہو رہی ہوں اور جو رفتہ رفتہ بڑھ رہی ہوں اور اس کے ساتھ ذیابیطس بھی ہو تو وہاں بعض اوقات ایسڈ فاس مکمل شفا بخش دیتا ہے۔ مجھے دو تین مریض یاد ہیں جنہیں میں پہلے ذیابیطس کا عمومی نسخہ دیا کرتا تھا لیکن اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوا لیکن ایسڈ فاس کی علامتیں نظر آئیں تو وہ دینے سے بیماری نے پیچھا ہی چھوڑ دیا۔ حضور نے فرمایا ذیابیطس کا علاج مشکل تو ہے لیکن اگر صحیح تشخیص ہو تو بہت سی ایسی دوائیں ہیں جو کام آتی ہیں لیکن عام نسخوں میں نہیں ملتیں لیکن یہ بیماری ایسی ہے جس سے نجات مل سکتی ہے۔

میوریٹک ایسڈ میں سر درد بہت شدید ہوتا ہے جس سے نظر بھی دھندلا جاتی ہے اور نظر پر زیادہ دباؤ ڈالا جائے تو درد میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ نچلا جبڑا کھل جاتا ہے چہرہ پر دانے نکلتے ہیں ہونٹ خشک اور پھٹ جاتے ہیں زبان پیلی پیلی اور سوجی ہوئی محسوس ہوتی ہے بالکل خشک ہوتی ہے اور کئی دفعہ زبان اور مونہہ میں السر بھی ہو جاتا ہے۔ مسوڑھے سوجے ہوئے جن سے خون بھی نکلتا ہے دانت ہلنے لگتے ہیں۔

میوریٹک ایسڈ کا مریض گوشت دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا بعض دفعہ شدید بھوک محسوس کرتا ہے اور پیاس بھی بہت لگتی ہے۔ چھونے کا احساس بھی ناقابل برداشت ہے حتی کہ اپنے آپ کو چادر سے بھی ڈھانپنا پسند نہیں کرتا۔ اس کی تکلیفیں نم موسم میں بڑھ جاتی ہیں آدھی رات سے ذرا پہلے بیماری میں اضافہ ہو جاتا ہے بائیں طرف لیٹنے سے آرام محسوس کرتا ہے۔

ایسڈ فاس، سٹینم

STANNUM METALLICUM

حضور نے فرمایا یہ ایک دھات ہے ہومیو پیتھی میں اس کا عموماً کم استعمال کیا جاتا ہے لیکن میں نے اسے بہت اہم اور مفید دوا پایا ہے۔ پھیپھڑوں کی تکلیفوں کو کم کرنے کے لئے خواہ سل کے آخری مقام تک پہنچ چکی ہوں عموماً مفید ہے بلغمی مزاج کے لئے بہت اچھی دوا ہے دن میں ہونے والے سر درد میں جو رات کو کم ہو جائیں مفید ثابت ہوتی ہے مگر اس کا سب سے اچھا استعمال پھیپھڑوں کی بیماری کی علامات کو نرم کرنے میں اور پیٹ کے کیڑوں کے لئے ہے۔ عموماً کتابوں میں یہ ذکر نہیں ملتا لیکن میرا تجربہ ہے کہ پیٹ کے کیڑوں میں سٹینم کو مستقل دیا جائے تو کچھ عرصہ کے بعد وہ بےجان ہو جاتے ہیں یا پگھل پگھل کر نکل جاتے ہیں اس کو کم از کم چند ماہ ضرور باقاعدگی سے استعمال کرنا چاہئے۔ سٹینم سکے کے زہر (LEAD POISNING) کے لئے بھی مفید ہے۔ مونہہ میں چھالے ہوجائیں تو سٹینم مفید ہے۔ سٹینم قلعی کا نام ہے جن علاقوں میں قلعی کے برتن استعمال ہوتے ہیں وہاں سٹینم کو فراموش نہیں کرنا چاہئے اور جہاں ایلومینم (تانبے) کے برتن استعمال ہوتے ہیں وہاں ایلومینم کی بیماریاں رفتہ رفتہ جڑ پکڑ جاتی ہیں اور جہاں قلعی والے برتن ہوں وہاں سٹینم ایک ضروری دوا بن جاتی ہے۔

سٹینم خود بھی جلد پگھل جانے والی دھات ہے یہ بلغم کو بھی پگھلا دیتی ہے۔ اگر پھیپھڑے بھاری ہوجائیں اور سوزش کی وجہ سے سختی پیدا ہوجائے تو سٹینم بہت مفید دوا ثابت ہوتی ہے اس میں دردیں دن کو بڑھتی ہیں سورج چڑھنے سے تکلیف کا آغاز ہوتا ہے جو آہستہ آہستہ بڑھتی جاتی ہے اور دن ڈھلنے کے ساتھ ساتھ تکلیف میں کمی ہونے لگتی ہے جو غروب آفتاب کے وقت بالکل ختم ہو جاتی ہے۔

دھوپ سے سر درد میں اضافہ ہو تو نیٹرم میور (NAT. MUR) سینگوینیریا (SANGUINARIA) اور کالمیا (KALMIA) مفید ہیں۔ سٹینم بھی ان میں

باقی صفحہ نمبر ۴ پر ملاحظہ فرمائیں

بقیہ: ۔ سفر مالاوی

گرفتاری

Mangochi کے سفر سے واپسی پر زیبیا واپس آنے کی تیاری کر رہا تھا اور ۵ جنوری ۱۹۸۸ء کو شہر گیا ہوا تھا۔ قریباً چار بجے شام گھر واپس آیا تو برادرم حاجیری صاحب کی بیوی نے بتایا کہ حاجیری صاحب کو تو پولیس گرفتار کر کے لے گئی ہے اور تمہیں تلاش کر رہی ہے۔ ابھی وہ مجھے یہ بتا ہی رہی تھی کہ عزیز شانبولی صاحب نے آکر کہا کہ باہر پولیس تمہارے انتظار میں ہے۔ قبل اس کے کہ میں پولیس کے پاس جاتا۔ میں نے اپنے سامان کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ پولیس میری عدم موجودگی میں میرے سوٹ کیس کو کھول کر نقدی، ٹریولر چیک، پاسپورٹ اور ہوائی جہاز کا ٹکٹ وغیرہ لے کر چلی گئی ہے۔ بعد میں کیمرہ بھی قبضہ میں کر لیا۔ جس میں سفر کے بعض فوٹو بھی تھے۔

میرے پاس ۱۰۰ سے زائد مالاوین کورچے تھے وہ میں نے گھر میں چھوڑے اور چابیاں بھی وہیں چھوڑیں اس خیال سے کہ اگر یہ لے گیا تو وہ بھی پولیس قبضہ میں لے لے گی۔ پولیس مجھے بذریعہ کار اپنے ہیڈکوارٹر لے گئی اور بہت ڈرایا دھمکایا۔ میں نے پوچھا میرا کیا قصور ہے۔ انہوں نے کہا کہ دو چار دن جیل میں رکھیں گے پھر تمہیں پتہ چل جائے گا اور لے جا کر مجھے چیچیری (Chichiri) نامی جیل میں ڈال دیا گیا۔ جب میں جیل میں پہنچا تو پونے پانچ بجے شام کا وقت تھا۔ برادرم حاجیری صاحب کو میرا اور مجھے ان کا کچھ پتہ نہ تھا کہ کون کس حال میں ہے۔

برادرم حاجیری صاحب کو قریباً ۱۰ بجے صبح گرفتار کیا گیا جبکہ وہ کلاس میں پڑھا رہے تھے۔

دوسرے روز ٦ جنوری کو پولیس مجھے اور حاجیری صاحب کو جیل سے اور عزیز حمید شانبولی کو سکول سے دفتر لے گئی تاکہ بیانات قلمبند کرے۔ جب میں اپنا بیان لکھوا رہا تھا تو میں نے پولیس افسر کے سامنے میز پر کاغذ کا ایک پرزہ دیکھا۔ اس پر میرے سفر کی سب تاریخیں اور کام لکھے ہوئے تھے۔ اور لکھائی بالکل کسی معمولی تعلیم یافتہ کی معلوم ہوتی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے خلاف رپورٹ کرنے والے نے انہیں یہ معلومات فراہم کی تھیں۔ پولیس افسر بھی اس کاغذ کو دیکھ دیکھ کر مجھ سے سوالات پوچھتا تھا۔ علاوہ ازیں حاجیری صاحب نے مجھے بتایا کہ جب میں اپنا بیان لکھوا رہا تھا تو ایک فون کال آئی۔ ادھر سے مسلم ایسوسی ایشن کا ایک شخص بول رہا تھا۔ اور پولیس افسر کو پوچھ رہا تھا کہ معاملہ کیسا چل رہا ہے۔ پولیس افسر نے اسے بتایا کہ۔ I am using the same Fuel which you gave me۔ جب پولیس افسر کو یہ احساس ہوا کہ ہماری گفتگو تو کیس سے متعلقہ آدمی بھی سن رہا ہے تو اس نے حاجیری صاحب کو کہا کہ تم دوسرے کمرہ میں جا کر بیان لکھو۔ عزیز حمید شانبولی نے بھی اپنا تفصیلی بیان لکھا اور اس روز انہیں یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ تم طالب علم ہو تمہاری تعلیم خراب نہ ہو۔ ہم تینوں کے بیان ملتے جلتے تھے۔

دراصل مسلم ایسوسی ایشن کو جو کہ ازل سے احمدیت کی دشمن اور کویت و سعودی عرب کے پروردہ ملاں ہیں انہیں یہ دیکھ کر کہ ان کی مقبولیت بڑھتی جا رہی ہے، حسد اور عناد پیدا ہوا اور انہوں نے تہیہ کر لیا کہ بے شک مالاوی کی حکومت سیکولر ہے مگر پھر بھی ان پر کوئی سنگین الزام لگا کر جیل میں ڈلوانا چاہئے۔ اس ارادہ کو لے کر مسلم ایسوسی ایشن والے پہلے عام پولیس کے پاس گئے۔ انہوں نے اس وجہ سے یہ کیس لینے سے انکار کر دیا کہ مذہبی پرچار کسی طرح بھی خلاف قانون نہیں ہے۔ چونکہ دشمنی سے ان کے دل بھرے ہوئے تھے وہ Fiscal Fraud پولیس کے پاس گئے۔ وہاں نائب افسر اور ایک دوسرا جونیئر افسر مسلم ایسوسی ایشن والوں کے ہم نوا تھے، انہوں نے حامی بھری کہ ہم ان پر کوئی خطرناک قسم کا الزام لگا کر کچھ عرصہ کے لئے انہیں ضرور جیل میں ڈال دیں گے تاکہ آئندہ سے یہ اپنی کارروائیاں بند کر دیں اور یہی ہوا کہ بغیر کورٹ میں لے جانے اور باقاعدہ مقدمہ کی شکل بنانے کے ہمیں ناجائز طور پر قید و بند میں رکھا مگر خدا کے فضل سے یہ تکلیفیں ہمارے پاؤں کی زنجیریں نہیں بن سکیں۔

مورخہ ۷ جنوری ۱۹۸۸ء کو پولیس ہم دونوں کو پھر دفتر لے گئی اور ہم پر الزام عائد کیا کہ تم لوگ امن خراب کرنے کا موجب ہوئے ہو۔ ہم دونوں نے اس الزام کی سچائی سے انکار کیا اور جواباً لکھا کہ ہم نے صرف احمدی بھائیوں سے ملاقات کی ہے، اسلام کی تبلیغ کی ہے، سوالات کے جواب دئے ہیں۔ کوئی قتل نہیں کیا، ڈاکہ نہیں ڈالا، جھگڑا اور لڑائی نہیں کی، دنگا فساد نہیں کیا، کسی کا حق نہیں چھینا۔ نہایت امن اور محبت سے لوگ ہمیں اور ہم ان سے ملے۔ سفر کے دوران ہم جن مقامات پر بھی گئے وہاں کے بعض لوگوں کو پولیس نے بلا کر شامل تفتیش کیا اور انہیں ڈرایا دھمکایا اور کہا کہ یہ خطرناک مجرم ہیں۔ اگر تم نے ایک بات بھی ان کے بارہ میں غلط بتائی تو تمہیں بھی ان کے ساتھ جیل میں ڈال دیا جائے گا۔ اور خبردار اگر تم نے آئندہ ان سے کوئی تعلق رکھا۔ مگر اس کے باوجود پولیس ہمارے خلاف لگائے گئے الزامات کے متعلق کوئی ایک ثبوت بھی حاصل نہ کر سکی۔ ہر جگہ لوگوں نے ہمارے حق میں بیان دئے کہ یہ لوگ مسلمان مبلغ ہیں۔

٦ اور ۷ جنوری دونوں دن ہمیں بھوکا پیاسا دفتر میں صبح سے شام تک بٹھائے رکھا اور نمازیں بھی ادا نہیں کرنے دیں۔ دوپہر کو کھانے کے وقفہ کے وقت پولیس سٹیشن لے جا کر جوتے اور جرابیں اتروا کر ایک نہایت غلیظ، نمدار اور کچے فرش والے کمرے میں بند کر دیا جاتا اور وقفہ ختم ہونے کے بعد دوبارہ دفتر لے جاتے۔

پندرہ دن کے بعد مورخہ ۱۹ جنوری کو میں اور حاجیری صاحب ریمانڈ آفس میں جو کہ جیل کے اندر ہی ہے گئے تو دفتر کے انچارج نے جو کہ ہمارا دوست بن گیا تھا ہمیں ہمارے وارنٹ گرفتاری دکھائے (گرفتاری کے وقت کسی قسم کا کوئی وارنٹ نہ جاری کیا گیا اور نہ ہی دکھایا گیا) میرے وارنٹ پر یہ الزام لکھا تھا کہ Subversive Activities یعنی حکومت کا تختہ الٹنے کی کارروائیاں اور حاجیری صاحب کے وارنٹ پر لکھا تھا Major Money Exchange Control یعنی غیر ملکی زر مبادلہ کے ناجائز کاروبار میں ملوث۔ ہم دونوں یہ دیکھ کر حیران و ششدر رہ گئے۔ بیانات کے وقت پولیس نے ہم پر لگائے گئے الزامات کا ذکر تک نہ کیا۔ ہمارے ساتھی قیدی اور جیل کے بعض افسران نے بتایا کہ تم کہتے ہو کہ ہمارا مذہبی کیس ہے لیکن جو پولیس تمہیں لے کر آئی ہے اس کا تعلق Fiscal Fraud کیسز سے ہے اور ان کا کام صرف ان لوگوں کو گرفتار کرنا ہے جو کہ دھوکہ دہی اور پیسے کی ہیرا پھیری میں ملوث ہوں۔ خود اسی پولیس کے بعض جونیئر افسروں نے حاجیری صاحب سے کہا کہ ہمارے افسران نے یہ کیس لے تو لیا ہے لیکن ہمیں سمجھ نہیں آتی کہ اس سے کیسے نمٹا جائے۔

قید و بند

بیانات قلمبند کرنے کے بعد اب جیل کی زندگی باقاعدہ شروع ہو گئی۔ عاجز کو پہلے دن ہی سے۔ Top Yard میں رکھا گیا۔ اور مکرم حاجیری صاحب کو نچلے یارڈ میں جس کی حالت شدید طور پر ناگفتہ بہ تھی۔ نہ دن کو آرام، نہ رات کو چین۔ دس افراد کے کمرہ میں بیس پچیس ڈال رکھے تھے۔ جو ایک دوسرے کی گود میں سر رکھ کر تھوڑا سو لیتے۔ خوراک بھی ناقص اور بہت تھوڑی دی جاتی۔ دوسرے دن کوشش کر کے انہیں بھی میں نے ٹاپ یارڈ میں منتقل کروا لیا اور اس طرح الحمدللہ ہم دونوں اکٹھے ہو گئے اور ایک دوسرے کا سہارا بنے اور نمازیں بھی با جماعت ادا کی جانے لگیں۔

Top Yard کی کیفیت کچھ یوں تھی کہ ایک کافی بڑے صحن میں جس کی دیواریں بہت اونچی تھیں، جن پر شیشے اور کانٹے دار تاریں لگے ہوئے تھے اور صرف ایک بڑا گیٹ تھا۔ اس کے اندر ایک طرف بہت چھوٹے اور تنگ صحن میں تین کمرے ۸ × ۱۰ فٹ کے بنے ہوئے تھے۔ ہر کمرے میں ۹ سے ۱۲ تک قیدی ڈالے گئے تھے۔ رات کو ہر کمرے کے کونہ میں ایک بالٹی پیشاب یا پاخانہ کے لئے رکھ دی جاتی۔ ایک لمبے عرصہ سے ان کمروں میں کوئی سفیدی وغیرہ نہیں کروائی گئی تھی۔ نہایت گندے، تاریک اور مچھروں کی آماجگاہ، فرش بھی نمدار اور غلیظ تھے۔ کمبل بھی نہایت پھٹے پرانے، گندے اور بدبودار تھے۔ پھر مختلف قسم کے قیدی، قسما قسم کی بیماریوں اور عادتوں میں ملوث۔ فرش پر ایک ساتھ جڑ کر سونا، پھر اندر ہی پیشاب پاخانہ کرنا نہایت تکلیف دہ تھا۔ اس وجہ سے اکثر بیمار رہنے لگا اور اسہال نے مجھے نہایت کمزور کر دیا۔ اوپر سے شوگر کی بیماری شدت اختیار کر گئی۔ اس کے لئے نہ کوئی پرہیز نہ دوا۔ میرے جسم پر غلاظت کی وجہ سے جگہ جگہ چھوٹے بڑے بٹنوں کی طرح زخم ہو گئے جو دھدر نما تھا۔ شدت سے خارش ہوتی تو تڑپ اٹھتا، زخم رسنے لگتے۔ علاج معالجہ کا نہ کوئی بندوبست تھا اور نہ ہی کوئی شنوائی۔ ایسی حالت میں سوائے دعا کے کوئی چارہ نہ تھا۔ کئی بار دل کا درد آنکھوں کے راستے آنسو بن کر بہہ پڑتا۔

ٹاپ یارڈ میں پانی، غسل خانہ اور بیت الخلاء کا مناسب انتظام تھا۔ پانچ چھ یا بعض اوقات سات بجے شام قیدیوں کو کمروں میں بند کر دیا جاتا اور صبح پانچ چھ بجے سیل کھول دئے جاتے۔ اس یارڈ کے تمام قیدی سارا دن بڑے صحن کے سبزہ زار میں پھرتے۔ باتیں کرتے، کھیلتے اور ورزش کرتے رہتے۔ ہم سے کوئی کام نہیں لیا جاتا تھا۔ جیل کے حکام کا رویہ ہم سے عموماً اچھا ہی رہا۔

قید ہونے کے بعد سب سے پہلی فکر مجھے یہ ہوئی کہ کسی طرح سیدنا حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اور مرکز کو ہماری خبر ملنی چاہئے۔ میں اور میرا میزبان ہم دونوں قید میں تھے۔ تین دن تک ہمیں کوئی بھی ملنے کو نہ آیا۔ خیال تھا کہ شانبولی صاحب آئیں گے۔ مگر مکرم حاجیری صاحب نے کہا کہ وہ طالب علم ہے اور ابھی ناپختہ ذہن ہے اور پولیس کے دباؤ کی وجہ سے غالباً سخت گھبراہٹ میں ہے۔ شاید وہ ہمیں ملنے سے گریز کرے۔ ادھر برادرم حاجیری صاحب کا بھی کوئی رشتہ داران کو ملنے کے لئے نہ آیا۔ میں نے دعا کی کہ یا خداوند کریم اب تو نے اگر یہ درد دیا ہے تو اس کی دوا بھی پیدا کر۔ میں اجنبی ہوں، کوئی رشتہ دار، دوست، ملنے ملانے والا یہاں نہیں۔ پھر حاجیری صاحب میزبان ہیں وہ بھی میرے ساتھ اندر ہیں۔ ان کو ملنے بھی کوئی نہیں آیا۔ ایسے میں تیرے سوا کوئی چارہ گر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور ۸ جنوری ۱۹۸۸ء کو عزیز شانبولی ملنے کے لئے آ گئے۔ مجھے بہت خوشی ہوئی۔ میں نے انہیں کہا کہ میرے سامان میں کچھ رقم ہے وہ لے لو اور پہلا کام یہ کرو کہ حضور انور کی خدمت میں بذریعہ تار ہمارے متعلق اطلاع دو۔ نیز ایک تفصیلی خط بھی حضور اقدس کی خدمت میں لکھو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ زیمبیا بھی کئی خطوط لکھے۔ میں نے کہا ہر دوسرے چوتھے روز حضور کی خدمت میں ہمارے حالات لکھتے رہو تاکہ دعا کے ساتھ تدبیر بھی ہو سکے۔ عزیز شانبولی صاحب نے پوری ذمہ داری سے یہ کام کیا۔

طالب علم ہونے کے ناطے حمید شانبولی صاحب ہر ہفتہ ملاقات کے لئے آتے۔ پولیس نے بہت ڈرایا دھمکایا۔ ادھر ہیڈماسٹر نے شانبولی کو وظیفہ بند کروا دینے کی دھمکی دی جو انہیں Lion Club کی طرف سے ملتا تھا۔ مگر آفرین ہے اس نوجوان پر اس نے ان گیدڑ بھبکیوں کی ذرہ بھر پرواہ نہ کی اور آخر دم تک ہمار پورا پورا ساتھ دیا اور اپنے ایمان پر قائم رہا۔ اللہ تعالیٰ اسے برکتوں سے نوازے اور ایمان مضبوط کرے، آمین۔ (باقی آئندہ انشاء اللہ)

ضروری اعلان

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ انٹرنیشنل پر ہر جمعہ کے روز اردو میں اور ہر اتوار کے روز انگریزی میں سوالات کے جوابات بیان فرماتے ہیں۔ اگر آپ کے ذہن میں کوئی سوال ہو اور آپ اس کا جواب چاہتے ہوں تو سوال انگریزی یا اردو میں لکھ کر بذریعہ ڈاک یا بذریعہ فیکس مکرم پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کے نام لندن بھجوا دیں۔ انشاء اللہ اولین فرصت میں وہ سوالات حضور انور کی خدمت میں پیش کر دئے جائیں گے۔

الفضل انٹرنیشنل کے خود بھی خریدار بنئے اور اپنے غیر از جماعت دوستوں کے نام بھی لگوائیے۔ یہ بھی دعوت الی اللہ کا ایک مفید ذریعہ ہے۔
(مینیجر)

عکس نما

(پروفیسر محمد ارشد چوہدری)

مسیح کے قدیم پیروکار

AMONG THE DERVISHES

BY O. M. BURKE

SBN 900 860 17 0 (1976)

مسٹر برکی ـ صوفی ازم پر تحقیق کے سلسلے میں چار سال تک پاکستان، ایران، افغانستان، سوڈان، سعودی عرب، مصر، ترکی اور تیونس وغیرہ ممالک میں صوفیوں کی صحبت میں رہے۔

جہاں انہیں صوفی ازم پر بیش بہا معلومات حاصل ہوئیں وہیں ان کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قدیم پیروکاروں سے بھی رابطہ ہوا۔ عیسائیوں کا ایک دو ہزار سالہ قدیم گروہ ہرات کے گرد و نواح میں موجود تھا جبکہ دیگر چھوٹے چھوٹے قدیم عیسائی فرقے کافرستان کے علاقے نورستان میں رہائش پذیر تھے۔

ہرات کے قدیم عیسائی امیر صاحب گزرگاہ کی پناہ میں زندگی بسر کر رہے تھے اور انہی کے توسط سے برکی صاحب کا رابطہ ان مسلمان کہلانے والے عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکاروں سے ہوا۔ اس فرقہ کے لیڈر ابا۔یحیٰ تھے جو ساٹھ پشتوں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اصل تعلیمات "احادیث مسیح" کے وارث چلے آ رہے تھے۔

ابا۔یحیٰ صاحب کے پاس تمام عقلی اور نقلی شواہد موجود تھے کہ وہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کے اصل وارث ہیں۔ ان کے پاس اصل انجیل بنام "احادیث مسیح" موجود تھی جو ان واقعات اور تعلیمات پر مشتمل تھی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام آف ناصرہ (NAZARA) نے اپنی وفات سے ۳۰ سال قبل خود بنفس نفیس ابا۔یحیٰ صاحب کے آباء و اجداد کو بتائے یا لکھوائے تھے۔

ابا۔یحیٰ صاحب نے برکی صاحب کو "احادیث مسیح" دکھائی اور اس کے مطابق اپنے عقائد بھی بیان فرمائے جن کا خلاصہ برکی صاحب نے اپنی کتاب میں یوں بیان فرمایا ہے:

★ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں بچا لیا تھا۔

★ صلیبی واقعات کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کچھ عرصہ تک اپنے دوستوں کے ہاں چھپے رہے۔

★ اس کے بعد آپ افغانستان اور کشمیر میں تشریف لے آئے اور بالآخر کشمیر میں رہائش پذیر ہو گئے۔

★ کشمیر میں آپؑ یوز آسف کے نام سے جانے جاتے تھے۔

★ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب جعلی احادیث یعنی انجیل آپؑ کی کشمیری زندگی کے دوران ہی منظر عام پر آ چکی تھی۔

★ آپؑ اپنی وفات سے ۳۰ سال قبل ہرات تشریف لائے اور ابا۔یحیٰ کے آباء و اجداد کو اپنی اصلی تعلیمات سے آگاہ فرمایا اور غلط عقائد کی نشاندھی بھی فرمائی۔

★ موجودہ اناجیل میں صرف چند ایک امور ہی درست طور پر بیان ہوئے ہیں۔

★ باقی تمام امور دنیوی خواہشات کی پیروی میں ان میں داخل کئے گئے ہیں۔

★ وقت آنے والا ہے کہ دنیا کو مسیح کی اصل حقیقت کا علم ہو جائے گا۔

★ اس وقت مسیح کے اصل اور حقیقی پیروکاروں کا فرض ہوگا کہ وہ کھل کر سامنے آئیں اور دنیا کو خدا کی حقیقی بادشاہت میں داخل کریں۔

★ مسیح کی موت کی حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے اپنی قوم کی فلاح کی خاطر گویا خود پر موت وارد کر لی۔

★ اسی موت کے صلے میں آپؑ کو نبوت عطا ہوئی۔

★ BAPTISM روحانی ترقی کا پہلا درجہ ہے۔

★ HOLY GHOST روحانی ترقی کا دوسرا درجہ ہے۔

★ KINGDOM OF GOD روحانی ترقی کا تیسرا درجہ ہے۔

★ جدید عیسائی فرقے بدعتی (HERETICS) ہیں۔

★ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نصیحت فرمائی تھی کہ ہر شخص کوئی نہ کوئی پیشہ ضرور اختیار کرے جیسا کہ خود حضرت مسیح کے پیشے بڑھئی اور گلہ بانی تھے۔

برکی صاحب مزید بیان فرماتے ہیں کہ:

یہ قدیم عیسائی بزرگانہ شان کے حامل تھے۔ ان میں تصنع اور بناوٹ نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ وہ سادہ فطرت لوگ تھے۔ انہیں اپنے عقائد اور روایات پر مکمل یقین تھا۔ ابا۔یحیٰ موجودہ توریت اور اناجیل کے عالم تھے۔ انہیں جدید عیسائیت سے پوری واقفیت تھی۔ یہ لوگ خود کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکار سمجھتے تھے لیکن بظاہر مسلمان کہلواتے تھے۔

برکی صاحب کی یہ تحقیق صحائف قمران DEAD SEA SCROLLS اور ٹورین کے کفن مسیح سے کسی طرح کم اہم نہیں ہے۔ انہوں نے جن معلومات کا اظہار فرمایا ہے یقیناً اس سے بہت زیادہ مواد ان کے پاس موجود ہوگا مثلاً فوٹو گراف اور نقول وغیرہ لیکن اس دریافت کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا گیا ہے جو اس سے قبل کفن مسیحؑ اور صحائف کے ساتھ کیا جا چکا ہے کہ ان کی موجودگی سے تو انکار نہ کرو لیکن اصل حقائق کو دبائے رکھو۔

درحقیقت مستشرقین کا اخفائے حق اور علمی و تحقیقی بددیانتی سے کام لینا انکی مجبوری ہے۔ ان بیچاروں نے تو اپنے مذہب کو ہر صورت بچانا ہی ہے۔ وہ حقیقت کو تسلیم کر لیں تو ان کا کچھ بھی باقی نہیں رہتا، نہ تہذیب و تمدن، نہ معاش و معاشرت، نہ نظریات و افکار اور نہ ہی سیاست و عسکریت وغیرہ۔ کیونکہ انہوں نے انگریزی محاورے کے مطابق اپنے سارے انڈے ایک ہی ٹوکرے میں ڈال رکھے ہیں۔ جہاں وہ ٹوکرا گر پڑا سارے انڈے گئے۔ ان کا سب کچھ "کفارے کی ٹوکری" میں پڑا ہوا ہے اور ہر نئی دریافت کفارے کی اسی ٹوکری کو گرانا چاہتی ہے اور عیسائیت کے سارے انڈے ٹوٹتے نظر آتے ہیں۔

اسی لئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ جماعت کو تحقیقی کاموں کی طرف خصوصیت سے توجہ دلا رہے ہیں اور راہنمائی بھی فرما رہے ہیں کہ کن خطوط پر اور کس طرح تحقیق کرنی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کہ آپ کے پیروکار اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کی رو سے سب کا موبنہ بند کر دیں گے، ضرور پوری ہوگی، لیکن یہ بخت انہی کے نصیبوں میں آئے گا جو اس تحقیقاتی جہاد کے لئے خود کو مستعد کریں گے اور علم اور معرفت میں کمال حاصل کرنے کی غرض سے اپنی جان، مال اور وقت کی قربانی دیتے ہوئے خدمت دین کی ان راہوں میں آگے قدم بڑھائیں گے۔

جستہ جستہ

مکرم عبدالسلام خان صاحب مرحوم نے اپنے والد محترم حضرت مولوی محمد الیاس خان صاحب مرحوم کے حالات زندگی پر ایک کتاب "حیات الیاس" تصنیف فرمائی تھی۔ حضرت مولوی محمد الیاس خان صاحب چارسدہ ضلع پشاور کے رہنے والے تھے۔ آپ ایک متقی، صاحب رؤیا و کشوف و الہام، عالم باعمل اور فدائی احمدی تھے۔ آپ نے ۱۹۰۹ء میں پہلے بذریعہ خط اور پھر دستی حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ چارسدہ میں شدید مخالفت کا ایک طوفان اٹھا تو حکومت نے ۱۹۱۱ء میں آپ کو صوبہ سرحد بدر کر دیا۔ اس کے بعد آپ ۱۹۳۶ء تک مستونگ ریاست قلات (بلوچستان) میں رہے۔ ۹ اگست ۱۹۴۸ء کو تقریباً ۷۶ سال کی عمر میں وفات پائی۔

ذیل میں ہم "حیات الیاس" کے حوالہ سے حضرت مولوی محمد الیاس خان صاحب کی زندگی کے بعض نہایت دلچسپ، مفید، سبق آموز اور ایمان افروز واقعات کا انتخاب پیش کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

—○ ○—

حضرت مولوی محمد الیاس خان صاحب احمدیت کی ایک جیتی جاگتی تصویر تھے۔ قرآن پاک پر بڑا عبور حاصل تھا اور ہر مسئلہ کو قرآن پاک سے ثابت کرتے تھے۔ شکل و شباہت کے لحاظ سے بہت خوبصورت تھے۔ چہرہ بارعب تھا۔ تلاوت قرآن پاک بڑی خوش الحانی سے کرتے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے عشق کے درجہ تک محبت تھی۔ ہر وقت تبلیغ آپ کا مشغلہ تھا۔

تبلیغ کے سلسلہ میں بالکل نڈر تھے اور بڑی دلیری سے اپنے موقف کو پیش فرماتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا وسیع مطالعہ تھا۔ اس لئے ہر مسئلہ کو حضور علیہ السلام کی کتابوں کی روشنی میں ایسی آسانی اور زود فہم طریقہ سے حل فرماتے تھے کہ سامعین کو سمجھ میں آ جاتا تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فارسی کلام (درثمین فارسی) تقریباً زبانی یاد تھا اور ہر موقع پر حضور کے فارسی کلام کو پیش فرماتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی فارسی درثمین میں جب اسلام کے ضعف اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر غیر کے حملوں کا ذکر آتا، تو آبدیدہ ہو جاتے تھے۔ حضور کے شعر۔

بے کسے شد دین احمدؐ ہیچ خویش و یار نیست
ہر کسے درکار خود با دین احمدؐ کار نیست

کو گھر میں نہایت خوش الحانی سے پڑھتے، تو آنکھیں تر ہو جاتیں۔

احمدیت آپ کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ فرماتے اگر کوئی مجھ سے پوچھے کہ دو اور دو کتنے ہوتے ہیں؟ تو میرا جواب ہوگا چار احمدی۔ فرماتے تھے احمدیت ہی میری زندگی اور احمدیت ہی میرا سرمایہ ہے۔ آپ احمدیت کی عملی تفسیر تھے۔ اپنے غیر احمدی بھائیوں کے متعلق فرماتے تھے کہ یہ بھی میرے بھائی ہیں، لیکن حقیقی بھائی تو احمدی احباب ہیں۔ احمدی احباب سے بہت محبت کرتے تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اتنا عشق تھا کہ اگر کوئی احمدی دوست دوران گفتگو صرف لفظ "مسیح موعود" کہہ دیتا تو آپ اس احمدی دوست سے فرماتے پورا فقرہ "حضرت مسیح موعود علیہ السلام" کہا کریں، صرف "مسیح موعود" مت کہیں۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مسیح موعودؑ کو سلام بھیجا ہے اور آپ صرف مسیح موعود کہہ کر بات ختم کر دیتے ہیں۔ پھر فرماتے حضور اقدس خدا کے نبی اور رسول ہیں، کوئی معمولی انسان نہیں ہیں۔ لہٰذا ان کا نام ان پر درود و سلام بھیجے بغیر نہ لیا جائے۔ آپ کا معمول تھا کہ اگر دوران گفتگو بیس دفعہ مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر آتا تو بیس دفعہ ہی "مسیح موعود علیہ السلام" ہی فرماتے۔

(حیات الیاس صـ ۱۰، ۱۱)

—○ ○—

مکرم عبدالسلام خان صاحب لکھتے ہیں کہ "قادیان میں جلسہ سالانہ کے موقع پر ایک دفعہ میں اور مولوی صاحب ریتی چھلا کے پاس سے گزر رہے تھے۔ وہاں پر ایک غریب احمدی پکوڑے تل رہا تھا۔ آپ نے مجھے ایک روپیہ دیا کہ اس سے پکوڑے لاؤں۔ جب میں پکوڑے لایا تو میں نے کہا کہ ابا جی اتنے زیادہ پکوڑوں کو ہم کیا کریں گے؟ آپ نے فرمایا یہ پکوڑے اپنے پاس رکھو۔ آگے بڑھے تو کچھ فقیر بھیک مانگنے والے تھے تو تمام پکوڑے ان کو دے دئے۔ فرمایا یہ غریب احمدی جو پکوڑے بیچ رہا تھا اگر ہم اس سے پکوڑے نہ خریدیں گے تو کون خریدے گا؟ دیکھو دونوں کا کام بن گیا۔ اس احمدی کا بھی اور ان فقیروں کا بھی۔

☆ جماعت کے احباب سے بڑی محبت تھی۔ سبی میں ایک پہاڑی کے اوپر ریلوے کالونی کے لئے واٹر ریزروائر تھا، اس کے آپریٹر ایک نہایت ہی مخلص احمدی، صوفی منش متقی، معمولی پڑھے لکھے، جہلم کے رہنے والے عین علی شاہ صاحب تھے۔ حضرت مولوی صاحب دوران قیام ہر دوسرے تیسرے دن شام کا کھانا کھا کر دو میل پیدل چل کر پہاڑی پر چڑھ کر عین علی شاہ کے پاس پہنچ جاتے تھے اور کافی دیر تک ان سے پیار اور محبت کی باتیں ہوتیں (عین علی شاہ صاحب کے لڑکے سید قربان علی شاہ صاحب ریٹائرڈ D.S.P بلوچستان ہیں) اور کافی رات گزرنے کے بعد واپس گھر تشریف لاتے۔

☆ پشاور کے عجائب گھر میں ایک غریب درویش صفت مگر بالکل ان پڑھ بوڑھا احمدی بطور چوکیدار ملازم تھا۔ جس کا نام سید امیر تھا۔ اس وقت چوکیدار کی تنخواہ بیس روپے ماہوار ہوتی تھی۔ سید امیر بابا پشاور کے مضافات میں بازید خیل گاؤں کا باشندہ تھا۔ حضرت مولوی صاحب کی معمولات میں سے ایک یہ بھی تھا کہ کبھی کبھی سید امیر بابا کے پاس عجائب گھر چلے جاتے تھے اور بہت دیر تک ان سے احمدیت کے مختلف مسائل پر گفتگو فرماتے اور سید امیر بابا بھی اپنے گاؤں بازید خیل اتوار کی چھٹی گزارنے سول کوارٹرز سے ہو کر آتے اور جاتے ہوئے حضرت مولوی صاحب کے پاس کچھ دیر کے لئے ٹھہر جاتے تھے اور حضرت مولوی صاحب ہر بار ان کی خوب خاطر مدارات فرماتے اور کبھی اس چیز کا تاثر گھر میں نہیں دیا کہ سید امیر بابا ایک بیس روپیہ ماہوار کا چپڑاسی ہے بلکہ اس طرح سے پیش آتے تھے جیسے کہ ایک معزز مہمان آیا ہو۔

سید امیر بابا کا ایک لڑکا تھا باز میر۔ وہ بھی کسی دفتر میں چپڑاسی تھا۔ باقی صفحہ نمبر ۱۴ پر ملاحظہ فرمائیں

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ: محمود احمد ملک)

★★حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ کی وفات پر حضرت مصلح موعودؓ نے قادیان میں موجود نہ ہونے کی وجہ سے آپکی نماز جنازہ غائب پڑھائی اور تمام احمدیہ جماعتوں کو غائبانہ نماز جنازہ پڑھنے کی ہدایت فرمائی نیز حضرت حافظ صاحبؓ کے بارے میں فرمایا کہ آپؓ حضرت مولانا عبدالکریم ثانی تھے۔ ۱۹۲۴ء میں آپؓ حضرت مصلح موعودؓ کے ہمراہ دورہ یورپ میں شامل تھے اور ایک موقعہ پر حضورؓ نے فرمایا کہ حافظ صاحب پوری لائبریری ہیں۔ یہ بات حقیقت تھی کیونکہ آپؓ قرآن مجید کا ترجمہ بھی ایسی روانی سے پڑھتے گویا حفظ ہے۔ آپ جامعہ احمدیہ کے پروفیسر بھی رہے۔ آپکے ایک شاگرد محترم ملک محمد عبداللہ صاحب کا مختصر مضمون "الفضل" ربوہ ۲۳ دسمبر کی زینت ہے۔

★★حضرت شیخ یعقوب علی عرفانیؓ ۲۹ نومبر ۱۸۷۵ء کو جالندھر میں پیدا ہوئے۔ مڈل امتیاز سے پاس کرنے کے بعد آپؓ نے عربی کی تعلیم حاصل کی اور سنسکرت سیکھی۔ ۱۸۸۹ء میں بیعت کی سعادت پائی۔ ۱۸۹۳ء میں انٹر پاس کرکے تعلیم کو خیرباد کہہ دیا اور ۹۳ء سے ۹۷ء تک بحیثیت ایڈیٹر مختلف جرائد سے وابستہ رہے۔ ۹۷ء میں مارٹن کلارک کے مقدمہ کے حالات آپؓ نے جنگ مقدس کے نام سے لکھے اور سلسلہ کی ضروریات پوری کرنے کے لئے اکتوبر ۱۸۹۷ء میں ہفت روزہ "الحکم" جاری کیا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے "الحکم" اور "البدر" کو جماعت کے دو بازو قرار دیا۔ آپؓ مدرسہ احمدیہ قادیان کے پہلے ہیڈماسٹر بھی مقرر ہوئے۔ قرآن کریم سے آپکو عشق تھا ایک موقعہ پر فرمایا "جب میں درس دینے لگتا ہوں تو میرا دل چاہتا ہے دیتا ہی چلا جاؤں لیکن لوگ تھک جاتے ہیں۔" جب آپؓ حضرت اقدسؑ کا ذکر کرتے تو آپؓ پر رقت طاری ہوجاتی۔ آپؓ نے خلافت کے مخالفین کا نہایت جرات سے مقابلہ کیا حتیٰ کہ حضرت خلیفہ اولؓ کی وفات پر آپؓ نے ہی باآواز بلند مخالفین کو خاموش کروایا۔ ۳۷ء میں آپؓ نے ایک وصیت فرمائی جسکا عنوان تھا "تمام سعادتوں اور برکتوں کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ خلافت کے دامن سے وابستہ رہو"۔ ۵ دسمبر ۵۷ء کو سکندرآباد میں آپکی وفات ہوئی۔ آپکی سیرت و سوانح پر یہ مضمون محترم ڈاکٹر سلطان احمد مبشر کے قلم سے روزنامہ "الفضل" ۲۶ دسمبر ۹۵ء میں شائع ہوا ہے۔

★★روزنامہ "الفضل" ۲۷ دسمبر میں اخبار "دی نیوز انٹرنیشنل" ۲۱ دسمبر میں شائع شدہ دو خطوط پیش کئے گئے ہیں۔ پہلے میں شق ۲۹۵ سی کے خاتمہ کے لئے دو دانشوروں ڈاکٹر مودودی اور پروفیسر فاطمی کے مضامین کو سراہا گیا ہے جبکہ دوسرا جنرل ضیاء الحق کی قبر کی بے حرمتی پر انکے شدید برہم صاحبزادے کو مخاطب کرکے لکھا گیا ہے کہ انہوں نے اپنے والد کے دور میں اور اب بھی اقلیتوں کی قبروں کی بے حرمتی کا کیوں احساس نہیں کیا؟

★★محترم مولانا محمد منور صاحب مرحوم سابق امیر و مشنری انچارج تنزانیہ، کینیا و شرق اوسط کا ذکر خیر کرتے ہوئے محترم جمیل الرحمن رفیق صاحب روزنامہ "الفضل" ۲۸ دسمبر میں لکھتے ہیں کہ ۸۳ء میں مرحوم نے اپنے ایک خط میں لکھا "اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور بتایا کہ بارہ سال ابھی اور باقی ہیں"۔ چنانچہ آپکی وفات ۹۵ء میں ہوئی اور یہ بات حرف بحرف پوری ہوئی۔ مولانا مرحوم کئی زبانوں پر عبور رکھتے تھے الفضل کا پرچہ سامنے رکھتے اور خطبہ جمعہ کا رواں سواحیلی ترجمہ بولتے جاتے۔ صدر مملکت مسٹر Nyerere جو خود بھی سواحیلی کے چوٹی کے شاعر تھے، نے ایک بار شیخ امری عبیدی صاحب کو کہا کہ مشرقی افریقہ کے صرف دو اخبارات کی زبان معیاری ہے اور ان میں سے ایک وہ اخبار تھا جو محترم مولوی محمد منور صاحب مرحوم کی زیر ادارت شائع ہوتا تھا۔ افریقن آپ سے بےحد محبت کرتے۔ ایک افریقن شاعر نے اپنی نظم میں محترم مولانا صاحب کو مشرقی افریقہ کے دو چمکدار ستاروں میں سے ایک قرار دیا۔ سواحیلی ترجمہ قرآن کے سلسلہ میں بھی آپ نے قابل قدر خدمات انجام دیں۔ آپ نے ۳۵ سال بیرون ملک خدمت کی سعادت پائی۔

★★روزنامہ "الفضل" ۳۰ دسمبر کی ایک خبر کے مطابق ۲۶ دسمبر ۹۵ء کو سپرنٹنڈنٹ ڈاکخانہ جات جھنگ نے نائٹ پوسٹ آفس ربوہ کا افتتاح کیا جس کے اوقات دوپہر ۲ بجے سے رات ۸ بجے تک ہوا کریں گے۔

★★روزنامہ "الفضل" ربوہ ۲۱ دسمبر ۹۵ء کا پرچہ سالانہ نمبر ہے۔ اس میں شائع ہونے والے ایک مضمون میں جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ کے آغاز کی تصویر کشی کی گئی ہے۔ ۲۷ دسمبر ۱۸۹۱ء کو منعقد ہونے والے پہلے جلسہ میں ۷۵ احباب شامل ہوئے جنہیں حضرت مسیح موعودؑ نے شرف مصافحہ بخشا اور بعد نماز ظہر مسجد اقصیٰ میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ نے حضرت اقدسؑ کی تصنیف "آسمانی فیصلہ" پڑھ کر سنائی۔ آئندہ سال ۱۸۹۲ء میں تقاریر کے علاوہ مجلس شوریٰ بھی منعقد ہوئی جس میں یورپ اور امریکہ میں تبلیغ کے لئے ایک رسالہ کی اشاعت اور مطبع کے قیام کے علاوہ بھی کئی فیصلے کئے گئے اور ۴۰ افراد کی بیعت اور دعا کے ساتھ جلسہ اختتام پذیر ہوا۔

★★اسی پرچہ میں مستورات کے چند قابل ذکر سالانہ جلسوں کے اعداد و شمار محترمہ سلیمہ قمر صاحبہ نے پیش کئے ہیں۔ ان جلسوں کے باقاعدہ انعقاد کا آغاز ۱۹۱۴ء سے ہوا۔ ۱۷ء کا وہ پہلا جلسہ تھا جس میں خواتین کے لئے علیحدہ انتظام کیا گیا۔ ۲۲ء میں جلسہ پہلی بار لجنہ کے زیر انتظام منعقد ہوا۔ ۳۴ء میں پہلی بار شعبہ جات جلسہ قائم ہوئے۔ ۳۷ء میں لجنہ جلسہ میں لاؤڈ سپیکر کا استعمال ہوا۔ مردانہ جلسہ گاہ میں یہ انتظام ۳۶ء میں شروع ہوا تھا۔ ۳۹ء میں انگریز احمدی خواتین نے پہلی بار جلسہ میں شرکت کی۔ ۴۰ء کے جلسہ مستورات میں پہلی بار تمام تقاریر خواتین نے کیں۔ ۴۹ء میں پاکستان میں منعقد ہونے والے پہلے جلسہ میں خواتین کے لئے لنگر کا علیحدہ انتظام شروع ہوا۔ ۸۰ء کے جلسہ میں ۵۱ غیرملکی وفود نے شرکت کی۔

زیرنظر پرچہ مختلف دلچسپ موضوعات پر بہت سے خوبصورت مضامین سے مزین ہے۔ ایک مضمون چند علمائے سلسلہ کی مختصر سیرت و سوانح پر مشتمل ہے جن میں حضرت مولوی محمد حسین صاحبؓ، حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحبؓ، حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری، حضرت ملک سیف الرحمٰن صاحب، حضرت قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری، حضرت شیخ محمد احمد مظہر صاحب، حضرت مولانا عبدالمالک خان صاحب، حضرت مولوی محمد شریف صاحب اور حضرت مولوی غلام باری سیف صاحب شامل ہیں۔

بقیہ: مختصرات

میں پرسوز اجتماعی دعا سے اس رمضان المبارک کے درس کے سلسلہ کا اختتام ہوا۔

بدھ ۲۱ فروری ۱۹۹۶ء

آج عیدالفطر کی مناسبت سے پروگرام "ملاقات" میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کا آج کا خطبہ عیدالفطر سنایا گیا۔

جمعرات ۲۲ فروری ۱۹۹۶ء

رمضان المبارک کے بعد سے حضور انور کی کلاسز کی ترتیب میں ایک تبدیلی کردی گئی ہے اب ہر سوموار اور منگل کو ترجمۃ القرآن کلاس ہوا کرے گی اور بدھ اور جمعرات کو ہومیو پیتھی کی کلاس حضور ایدہ اللہ لیا کریں گے۔ چنانچہ اس تبدیلی کے مطابق آج ہومیو پیتھی کی کلاس نمبر ۲۲ دوبارہ دکھائی گئی۔ (آج نئی کلاس منعقد نہیں ہوئی۔)

جمعہ ۲۳ فروری ۱۹۹۶ء

معمول کے مطابق آج اردو بولنے والے احباب کے ساتھ حضور ایدہ اللہ کی مجلس سوال و جواب ہوئی اس میں سوالات کچھ یوں تھے۔

★ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مذہبی جلسوں یا اجتماعوں میں تلاوت اور نظموں کا اہتمام ہوا کرتا تھا۔ اگر صرف تلاوت تھی تو پھر ہمارے جلسوں میں نظموں کا اس قدر اہتمام کیوں کیا جاتا ہے؟

★ کیا بد انسان کو بدی کی اتنی قوت حاصل ہوسکتی ہے کہ وہ دوسرے انسان کو جسمانی طور پر نقصان پہنچا سکے؟

★ ہمارا ایمان ہے کہ خلیفہ خدا بناتا ہے اور اس کی بیعت کرنا ایمان کا حصہ ہے مگر خلافت راشدہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ بعض صحابہؓ نے حضرت علیؓ کی بیعت نہیں کی۔ حضور سے درخواست ہے کہ اس پر روشنی ڈالیں۔

★ شوال کے روزے عید کے فوراً بعد رکھنے چاہئیں یا سارے شوال میں؟

★ قرآن کریم میں ہے کہ "زمین و آسمان اور ان کی تمام چیزیں اور سائے بھی صبح و شام خدا تعالیٰ کے لئے طوعاً و کرھاً جھک رہے ہیں۔ "طوعاً" کی تو سمجھ آتی ہے مگر "کرھاً" سے کیا مراد ہے؟

★ بخاری شریف میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے بعض ایسی باتیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ "مجھے ایک مہینہ کی مسافت کے برابر رعب عطا کیا گیا ہے" یہاں اس سے کیا مراد ہے؟

★ سورۃ الزمر آیت نمبر۷ میں ہے کہ خدا تعالیٰ نے تمہارے لئے چوپایوں میں سے آٹھ جوڑے پیدا کئے ہیں"۔ آٹھ جوڑوں سے کیا مراد ہے؟ ★ سورۃ الفیل میں ابابیل کا ذکر آتا ہے۔ یہ چھوٹے چھوٹے پرندے کس طرح اس عظیم ہلاکت کا باعث بن سکتے ہیں؟

★ پچھلے دنوں انسان اور کمپیوٹر کے درمیان شطرنج کا ایک مقابلہ ہوا جس میں پہلے کمپیوٹر اور بالآخر انسان جیت گیا۔ اس سے خطرہ ہوسکتا ہے کہ کیا کمپیوٹر انسان پر غالب آ جائے گا؟

★ روزمرہ کی زندگی میں شہید کا لفظ مختلف مواقع پر استعمال ہوتا ہے۔ سوال ہے کہ شہید کے مقام کو کیسے متعین کیا جاسکتا ہے جس کا درجہ قرآن کریم میں صالحین سے اوپر بیان کیا گیا ہے؟

★ اگر ٹی۔وی پر درس القرآن کے دوران سجدہ تلاوت آ جائے تو کیا سجدہ کرنا ضروری ہے؟ نیز کیا سجدہ تلاوت کے لئے قبلہ رو ہونا ضروری ہے؟ ★ "کن فیکون" کا صحیح ترجمہ کیا ہے؟

★ حضرت عیسیٰؑ کی وفات کے سلسلہ میں ہم آیت "کانا یاکلان الطعام" پیش کرتے ہیں۔ غیر احمدی حضرات یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اس آیت میں ماضی کا صیغہ تو اس لئے استعمال ہوا ہے کہ حضرت مریمؑ وفات پاچکی ہیں۔ اس کا کیا جواب ہے؟ ★ یورپین لوگ عام طور پر صوفی ازم سے بہت متاثر ہوتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ نیز صوفی ازم اسلام میں کیسے رائج ہوا؟ ★ ایک فرقہ ASSESSENS کہلاتا ہے، ان کے خیالات اور نظریات کیا ہیں؟

(ع۔م۔ر)

بقیہ — جستہ جستہ —

دونوں باپ بیٹے ہرماہ ایک ایک روپیہ پس انداز کرتے تھے۔ ایک سال باپ جلسہ سالانہ قادیان جاتا اور ایک سال بیٹا۔ دونوں باپ بیٹے بہت مخلص احمدی تھے۔ سید امیر بابا موصی تھے اور اپنا چندہ باقاعدہ ادا کرتے تھے۔ ان کی وفات پر میں نے خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے ان کو اللہ تعالیٰ کے حضور لے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو دیکھتے ہی فرمایا، ان کو جنت میں لے جاؤ، ان کے ذمہ کوئی بقایا نہیں ہے۔ اور فرشتے ان کو جنت کی طرف لے گئے۔ یہ واقعہ میں نے

ایک دفعہ ان کے پوتے پروفیسر محمد اقبال خان ایم۔ اے۔ جو کہ مخلص احمدی ہیں سے بیان کیا تو انہوں نے کہا بالکل ایسا ہی سلوک دفتر بہشتی مقبرہ والوں نے مجھ سے کیا جبکہ میں نے ان کو کہا کہ میں اپنے دادا صاحب کا کتبہ مقبرہ بہشتی میں لگانا چاہتا ہوں تو انہوں نے رجسٹر دیکھ کر کہا کہ بے شک لگوائیں۔ ان کے ذمہ کوئی بقایا نہیں ہے۔ غرضیکہ سید امیر بابا ایک ولی اللہ انسان تھے اور حضرت مولوی صاحب کے دوست تھے۔

Kenssy
Fried
Chicken
TELEPHONE 0181-539 3773
589 HIGH ROAD,
LEYTONESTONE,
LONDON E11 4PB
PROPRIETOR: MASOOD HAYAT

مکتوب آسٹریلیا

دلچسپ خبریں

(مرتبہ: چوہدری خالد سیف اللہ خان، نمائندہ الفضل، آسٹریلیا)

برطانیہ کے سرد و تاریک موسم کے ستم رسیدوں کو آسٹریلیا کی سیاحت کا مشورہ

خبر ہے کہ امسال برطانوی شہریوں کو انتہائی سرد تاریک اور اداس موسم سرما کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ جنوری ۹۶ء کے اکتیس دنوں میں صرف ساڑھے انیس گھنٹے سورج کا منہ دیکھنا نصیب ہوا ورنہ گہرے بادلوں نے دنوں کو بھی تاریک بنائے رکھا۔ جن کے اعصاب کم زور ہیں وہ ایک ایسی ذہنی بیماری میں مبتلا ہو گئے ہیں جس میں خودکشی کے ذریعہ دنیا ہی چھوڑ دینے کا رجحان پایا جاتا ہے اندازہ ہے کہ برطانیہ کے چار فیصد باسی اس بیماری کا شکار بن گئے ہیں جس کا نام ڈاکٹروں نے SAD یعنی Scasonal Affcctivc Disordcr رکھا ہے۔ ماہرین نفسیات نے ان کو مشورہ دیا ہے کہ اگر واقعی دنیا چھوڑنے کا ارادہ ہے تو آسٹریلیا چلے جاؤ۔ ایک ہی بات ہے، خدا بھلی کرے گا ٹھیک ہو جاؤ گے۔

آسٹریلیا کئی لحاظ سے ایک منفرد ملک ہے، اسے دنیا کا پچھواڑا کہا جاتا ہے۔ یہ واحد ملک ہے جو سارے کا سارا جنوبی نصف کرہ میں واقع ہے اور ایک پورے براعظم پر مشتمل ہے۔ سڈنی سے پرتھ کا سیدھا فاصلہ ۳۲۷۸ کلومیٹر ہے۔ سورج ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچنے میں تقریباً تین گھنٹے لیتا ہے۔ یہاں کے موسم دنیا سے الٹ ہوتے ہیں اور دن رات بھی (بمقابلہ یورپ)۔ ملک کے ساحلی علاقے آباد ہیں اور بہت خوبصورت جبکہ باقی اکثر حصہ صحرائی ہے۔ ہر وقت ملک کے کسی نہ کسی حصہ میں ہر طرح کا موسم مل سکتا ہے، شدید سرد سے شدید گرم تک۔ سڈنی میں بعض دن تو ایسے آتے ہیں کہ ایک ہی دن میں سردی اور گرمی دونوں موسموں کا مزا آ جاتا ہے۔ الغرض ہر طرح کے موسم اور ہر طرح کی زمین۔ آسٹریلیا بھی گویا حاجی لق لق کی آنکھوں کی طرح ہے جس نے کہا تھا۔

مزا برسات کا چاہو تو ان آنکھوں میں آ بیٹھو
سیاہی ہے سفیدی ہے شفق ہے ابر باراں ہے

آسٹریلیا کا ننھا منا ہیرو

آسٹریلیا کے قصبہ بونارگہ میں ایک نادر میموریل ہال تعمیر کیا گیا ہے جو ایک ننھے ہیرو کی خدمات کے اعتراف کے طور پر ہے اور دنیا بھر میں اپنی طرز کی واحد یادگار ہے۔ یہ ہیرو بہت گمنام ہے۔ آسٹریلوی بھی نہیں بلکہ انسان بھی نہیں بلکہ ایک ننھا پتنگا ہے۔ ہوا یہ کہ ۱۹۲۵ء میں ناشپاتی کے باغوں میں خاردار کیکٹس (CACTUS) کثرت سے پیدا ہو گیا جسے ناشپاتی کی طاعون کا نام دیا گیا۔ جب کوئی علاج کارگر نہ ہوا تو ۱۹۳۶ء میں ارجنٹائن سے یہ پتنگا درآمد کیا گیا جو کیکٹس کے پھولوں کو چٹ کر جاتا ہے اور اسے افزائش سے روک دیتا ہے۔ یہ اتنی بڑی خدمت تھی جو آج بھی جاری ہے کہ اس کی قدرافزائی میں مذکورہ بالا ہال تعمیر کیا گیا۔ لیکن یہ اپنی نوعیت کا واحد کیڑا نہیں بلکہ اور بھی کئی ہیں جن کی افادیت اور خدمات کا واضح اقرار کیا جانے لگا ہے۔

یورپ اور شمالی امریکہ کے شب و روز ـ رجحانات کے آئینہ میں

یو این کے ادارہ اکنامک کمیشن برائے یورپ نے ۵۶ ملکوں کے رجحانات پر مشتمل ایک رپورٹ شائع کی ہے جس کے مطابق عورتوں کے ساتھ جنسی زیادتیاں سب سے زیادہ امریکہ میں ہوتی ہیں جہاں ہر سال فی لاکھ ۱۱۸ عورتیں اس کا نشانہ بنتی ہیں جبکہ اسی نسبت سے سویڈن میں ایسی عورتوں کی تعداد ۴۳ ہے کینیڈا میں ۲۳ ہے اور فرانس میں ۱۷ ہے۔ اس لئے کینیڈا باوجود امریکہ کے قرب کے عورتوں کے لئے اسکی نسبت کافی محفوظ ہے۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ باوجودیکہ سوئٹزرلینڈ دنیا کے امیر ترین ملکوں میں سے ہے وہاں صرف ۳۰% لوگ اپنے گھروں میں رہتے ہیں۔ امریکہ میں قتل کی شرح ایک لاکھ پر ۱۲.۴ ہے جو کہ یورپ اور کینیڈا کے مقابلہ میں پانچ گنا زیادہ ہے۔ جہاں تک شرح پیدائش کا تعلق ہے سابق روس کی مسلمان ریاستوں ازبکستان، ترکمانستان اور کرگستان میں فی ہزار آبادی پر ۲۸ تا ۳۲ کے درمیان ہے جب کہ سپین اور اٹلی کی کیتھولک آبادی میں اضافہ کی شرح اس سے تین گنا کم ہے۔

الفضل انٹرنیشنل میں اشتہار دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں

Continental Fashions

گروس گیراؤ شہر کے عین وسط میں خواتین کی اپنی دوکان جس پر جدید طرز کے دیدہ زیب ملبوسات، ہر رنگ کے دوپٹے، چوڑیاں، بندیا، پازیب، بچوں کے جدید طرز کے گارمنٹس، فیشن جیولری اور کھلا کپڑا مناسب قیمت پر دستیاب ہے۔

آپ کی تشریف آوری کے منتظر

Continental Fashions
Walther rathenau Str. 6
64521 Gross Gerau
Germany
Tel: 06152-39832

MUSLIM TELEVISION AHMADIYYA

Muslim TV Ahmadiyya

Programme Schedule for Transmission from London
8th March - 21st March

Friday 8th March 1996

11.30 Tilawat
11.45 Dars-ul-Hadith
12.00 M.T.A Variety: Hamari Kaenat, No.12
12.30 Learning Languages with Huzur Lesson 76, part 1
1.00 Tilawat
1.10 MTA News
1.30 *Friday Sermon - Hadhrat Khalifatul Masih IV - Live from London
2.40 Nazm
2.50 *Mulaqat with Huzoor (Urdu).
3.50 *Liqaa Ma'al Arab
4.50 Tomorrow's Programmes.

Saturday 9th March 1996

11.30 Tilawat.
11.45 Darsul Hadith
12.00 MTA Variety - German programme
1.00 MTA News
1.30 Around the Globe: Tech Talk
2.00 Tilawat
2.10 Children's Corner: - Mulaqat
3.05 M.T.A Variety: Quiz Programme, Badio Malhi Vs. Sangla
3.50 *Liqaa Ma'al Arab
4.50 Tomorrow's Programmes.
4.55 Qaseedah

Sunday 10th March 1996

11.30 Tilawat
11.45 Darsul Malfoozat
12.00 MTA Variety German Programme
1.00 MTA News
1.30 A Letter from London
2.00 Tilawat
2.10 *Mulaqat: Huzoor meets English speaking friends.
3.15 M.T.A Variety
3.50 *Liqaa Ma'al Arab
4:50 Tomorrow's Programmes.

Monday 11th March 1996

11.30 Tilawat
11.45 Darsul Malfoozat
12.00 Dil Bar Mera Yehi Hai - Ch Hadi Ali Sb
12.30 Learning Languages with Huzur Lesson 76, Part 2
1:00 M.T.A. News
1.30 Around the Globe
2.00 Tilawat
2.10 Tarjumatul Qur'an Class No 117
3.15 MTA Sports: Basket ball
3.50 *Liqaa Ma'al Arab
4.50 Qaseedah
4.55 Tomorrow's Programmes

Tuesday 12th March 1996

11.30 Tilawat
11.45 Seeratun Nabi (SAW)
12.00 Medical Matters
12.30 Learning Languages With Huzur Lesson 77, Part 1
1.00 MTA News
1.30 Around the Globe
2.00 Tilawat
2.10 Tarjamatul Qur'an Class No 114
3.15 MTA Variety with Maulana Sultan Anwar
3.50 *Liqaa Ma'al Arab
4.50 Tomorrow's Programmes.

Wednesday 13th March 1996

11.30 Tilawat
11.45 Darsul Hadith
12.00 MTA Variety
12.30 Learning Languages with Huzur Lesson 77, Part 2
1.00 MTA News
1.30 Around the Globe
2.00 Natural Cure: Homeopathy Class No 145
3.05 M.T.A Variety: Bait Bazi, Atfal ul Ahmadiyya
3.50 *Liqaa Ma'al Arab
4.50 Tomorrow's Programmes.

Thursday 14th March 1996

11.30 Tilawat
11.45 Darsul Malfoozat
12.00 Medical Matters
12.30 Learning Languages with Huzur Lesson 78, part 1
1.00 M.T.A News
1.30 Around the Globe
2.00 Natural Cure: Homeopathy Class No 146
3.05 M.T.A Variety: Yassarnal Quran
3.30 Children's Corner: Hikayat e Sheereen
3:50 *Liqaa Ma'al Arab
4.50 Tomorrow's Programmes
Anwar
3.50 *Liqaa Ma'al Arab
4.50 Tomorrow's Programmes.

Friday 15th March 1996

11.30 Tilawat
11.45 Dars-ul-Hadith
12.00 M.T.A Variety: Hamari Kaenat, No.13
12.30 Learning Languages with Huzur Lesson 78, part 2
1.00 Tilawat
1.10 MTA News
1.30 *Friday Sermon - Hadhrat Khalifatul Masih IV - Live from London
2.40 Nazm
2.50 *Mulaqat with Huzoor (Urdu).
3.50 *Liqaa Ma'al Arab
4.50 Tomorrow's Programmes.

Saturday 16th March 1996

11.30 Tilawat.
11.45 Darsul Hadith
12.00 MTA Variety - German programme
1.00 MTA News
1.30 Around the Globe: Tech Talk
2.00 Tilawat
2.10 Children's Corner: - Mulaqat
3.05 M.T.A Variety: Quiz Programme, Ahmad Nagar Vs. Mujahid Abad
3.50 *Liqaa Ma'al Arab
4.50 Tomorrow's Programmes.
4.55 Qaseedah

Sunday 17th March 1996

11.30 Tilawat
11.45 Darsul Malfoozat
12.00 MTA Variety German Programme
1.00 MTA News
1.30 A Letter from London
2.00 Tilawat
2.05 *Mulaqat: Huzoor meets English speaking friends.
3.15 M.T.A Variety: Darwaish Shaikh Abdul Hameed.
3.50 *Liqaa Ma'al Arab
4:50 Tomorrow's Programmes.

Monday 18th March 1996

11.30 Tilawat
11.45 Darsul Malfoozat
12.00 Dil Bar Mera Yehi Hai - Ch Hadi Ali Sb
12.30 Learning Languages with Huzur Lesson 79, Part 1
1:00 M.T.A. News
1.30 Around the Globe: Nasirat Spotrs.
2.00 Tilawat
2.10 Tarjumatul Qur'an Class No 119
3.15 MTA Variety: A talk with Munir Ahmad Farooq.
3.50 *Liqaa Ma'al Arab
4.50 Qaseedah
4.55 Tomorrow's Programmes

Tuesday 19th March 1996

11.30 Tilawat
11.45 Seeratun Nabi (SAW)
12.00 Medical Matters
12.30 Learning Languages With Huzur Lesson 79, Part 2
1.00 MTA News
1.30 Around the Globe: Ijtema Khuddam Ul Ahmadiyya Rabwah.
2.00 Tilawat
2.10 Tarjamatul Qur'an Class No 120.
3.15 MTA Variety: Mushairah.
3.50 *Liqaa Ma'al Arab
4.50 Tomorrow's Programmes.

Wednesday 20th March 1996

11.30 Tilawat
11.45 Darsul Hadith
12.00 MTA Variety: Speech Islam and Other Religions, by Noor Ahmad
12.30 Learning Languages with Huzur Lesson 80, Part 1
1.00 MTA News
1.30 Around the Globe: Speech by Sayyed A. Ali Shah.
2.00 Tilawat
2.05 Natural Cure: Homeopathy Class No 147
3.10 M.T.A Variety: Bait Bazi, Sargodah Vs. Karachi.
3.50 *Liqaa Ma'al Arab
4.50 Tomorrow's Programmes.

Thursday 21st March 1996

11.30 Tilawat
11.45 Darsul Malfoozat
12.00 Medical Matters
12.30 Learning Languages with Huzur Lesson 80, part 2
1.00 M.T.A News
1.30 Around the Globe
2.00 Tilawat
2.05 Natural Cure: Homeopathy Class No 148
3.05 M.T.A Variety: Yassarnal Quran
3.30 Children's Corner: Hikayat e Sheereen
3:50 *Liqaa Ma'al Arab
4.50 Tomorrow's Programmes

Programmes or their timings may change without prior notice.
** Simultaneous Translations are available for the following programmes in Urdu, English, Arabic, French, Bengali, Turkish.*
Friday Sermon - Mulaqat - Tarjamatul Quran Class - and Liqaa Ma'al Arab

Al Fazl International Weekly, London
16 GRESSENHALL ROAD, LONDON SW18 5QL (U.K)
ISSN: 1352.9587
☎ (0) 181 870 8517
Fax: (0) 181 870 1095
Vol. 3 Friday, March 8, 1996 No. 10

رمضان المبارک میں
مسجد فضل لندن کے شب و روز

(قانتہ شاہدہ راشد)

امسال رمضان المبارک کے دوران مسجد فضل لندن میں جو خصوصی پروگرام جاری رہے ان کی کسی قدر تفصیل اس جگہ قارئین الفضل کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ کا پیارا بندہ، وقت کا امام اور اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ خلیفہ ان دنوں لندن میں مقیم ہے اور مسجد فضل لندن کو یہ امتیازی شان حاصل ہے کہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ہر روز اسی مسجد میں پانچوں نمازیں اپنے وقت پر بڑی باقاعدگی کے ساتھ ادا فرماتے ہیں۔ یہ بابرکت سلسلہ رمضان المبارک میں ایک خاص جذب کی کیفیت کے ساتھ جاری رہا۔ احباب جماعت اور خواتین غیر معمولی کثرت کے ساتھ نمازوں میں شامل ہوتے رہے۔

☆ ہر جمعہ کے روز حضور انور ایدہ اللہ نماز جمعہ سے قبل خطبہ ارشاد فرماتے رہے۔ ان سب خطبات کا موضوع رمضان المبارک اور اس کی برکات سے تعلق رکھتا تھا۔ ان خطبات کا خلاصہ ساتھ کے ساتھ الفضل میں پیش کیا جاتا رہا (مفصل متن بھی دو تین ہفتوں کے توقف سے پیش کرنے کا سلسلہ حسب سابق جاری رہے گا) خطبات جمعہ حسب معمول کم و بیش ایک گھنٹہ دورانیہ کے تھے اور ان کا دنیا کی مختلف زبانوں میں (جن کی تفصیل درس القرآن کے ضمن میں آئے گی) ساتھ کے ساتھ رواں ترجمہ بھی کیا جاتا رہا اور یہ خطبات جمعہ اپنے رواں تراجم کے ساتھ ایم ٹی اے کے عالمگیر ناظرین کی خدمت میں پیش کئے جاتے رہے۔

درس القرآن

امسال برطانیہ میں رمضان المبارک کا آغاز ۲۲ جنوری سے ہوا۔ اسی روز سے مسجد فضل لندن میں قرآن مجید کے خصوصی درس کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ جمعہ کے علاوہ ہر روز یہ درس اردو زبان میں بیان فرماتے رہے۔ یہ درس ساڑھے گیارہ بجے سے بعد دوپہر ایک بجے تک ہوتا تھا۔ حضور انور نے سورہ آل عمران کی آیت ۲۰۰ سے درس کا آغاز فرمایا (جہاں گزشتہ سال کا درس مکمل ہوا تھا) اور سورہ النساء کی آیت ۲۱ تک درس القرآن بیان فرمایا۔ درس القرآن کی ان مجالس میں احباب جماعت خاص تعداد میں شامل ہوتے رہے۔ خواتین بھی نصرت ہال میں بیٹھ کر درس سنتی رہیں۔ جو احباب و خواتین کسی وجہ سے حاضر نہ ہو سکے ان کی بڑی تعداد بھی اپنے اپنے گھروں میں ڈش انٹینا کے ذریعہ یہ درس سنتی رہی۔ چونکہ یہ درس ایم ٹی اے کے ذریعہ ساتھ کے ساتھ پیش کئے جاتے رہے اس لئے ان درسوں سے استفادہ کرنے والوں کا دائرہ عالمگیر وسعت رکھتا تھا اور اس لحاظ سے یہ فیض قرآنی ہفت اقلیم کو اپنے دامن میں لئے ہوئے تھا۔ درس القرآن کی ان ایمان افروز مجالس کا لطف اور حقیقی اندازہ ان مجالس کو دیکھنے اور سننے سے ہی ہو سکتا ہے۔ تاہم قارئین الفضل کی خدمت میں ان درسوں کی مختصر رپورٹ "مختصرات" کے کالم کے ذریعہ ساتھ کے ساتھ پیش کی جاتی رہی۔

یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ خطبات جمعہ اور درس القرآن کی مجالس کے رواں تراجم دنیا کی مختلف زبانوں میں پیش کئے جاتے رہے۔ تحریک دعا کے طور پر مترجمین کے اسماء ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:-

☆ عربی زبان میں ترجمہ کرنے کی سعادت مکرم عبدالمومن صاحب طاہر نے پائی۔ بعض دنوں میں مکرمہ مہا صاحبہ نے بھی ترجمہ کیا۔

☆ فرانسیسی زبان میں ترجمہ کی خدمت مکرم عبدالغنی جہانگیر خان صاحب نے سرانجام دی۔ بعض ایام میں مکرم عبادہ بربوش صاحب نے بھی فرانسیسی ترجمہ پیش کیا۔

☆ انگریزی زبان میں ترجمہ مکرمہ حامدہ فاروقی صاحبہ پیش فرماتی رہیں (دو روز درس القرآن کا ترجمہ مکرم عطاء المجیب صاحب راشد نے پیش کیا)۔

☆ جرمن زبان میں رواں ترجمہ پیش کرنے کی ذمہ داری مکرمہ بشریٰ محمود صاحبہ آف جرمنی نے ادا فرمائی۔

☆ ترکی زبان میں ترجمہ کرنے کا فریضہ ترکی زبان کے ماہر ڈاکٹر محمد جلال شمس صاحب، مبلغ جرمنی کے سپرد رہا۔

اللہ تعالیٰ ان سب مترجمین کو اور اسی طرح ایم ٹی اے کے ان سب کارکنان کو جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے ان روحانی مجالس کی براہ راست ٹرانسمیشن کے لئے بہت محنت اور محبت سے کوشش فرمائی۔ آمین۔

نماز تراویح

مسجد فضل لندن میں رمضان کے دوران روزانہ نماز عشاء کے بعد نماز تراویح با جماعت ادا کی جاتی رہی۔ امسال مکرم حافظ فضل ربی صاحب نے نماز تراویح پڑھائی۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔ نماز تراویح میں احباب اور خواتین کافی تعداد میں شامل ہوتے رہے۔

درس الحدیث

نماز فجر کے بعد روزانہ انگریزی زبان میں کتاب ریاض الصالحین سے درس الحدیث پیش کیا جاتا رہا۔ یہ درس مکرم عطاء المجیب صاحب راشد، امام مسجد فضل لندن دیتے رہے۔ (دو روز یہ درس مکرم غلام احمد صاحب خادم، مبلغ سلسلہ نے دیا)۔

اعتکاف

رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں امسال بھی اعتکاف کا اہتمام کیا گیا۔ مسجد فضل لندن میں ۱۷ احباب نے اور مسجد سے ملحقہ نصرت ہال میں ۱۷ خواتین نے مسنون طریق پر اعتکاف کرنے کی سعادت پائی۔ حضور انور کی منظوری سے مکرم میر عبیداللہ صاحب آف مانچسٹر کو امیر المعتکفین اور مکرمہ آمنہ صدیقہ منان صاحبہ آف لندن کو صدر معتکفات مقرر کیا گیا۔ اعتکاف کے آخری روز (۲۰ فروری کو) حضور انور نے مسجد فضل لندن اور نصرت ہال میں تشریف لے جا کر معتکفین اور معتکفات کو الگ الگ اجتماعی ملاقات کا شرف عطا فرمایا۔

اجتماعی دعا

رمضان المبارک کے آخری روز (۲۰ فروری کو) درس القرآن کی مجلس میں حضور انور نے سالہائے گزشتہ کی روایت کے مطابق قرآن مجید کی آخری تین سورتوں کا درس بیان فرمایا۔ درس کے آخری حصہ میں حضور انور نے ان امور اور ان افراد اور ضروریات کی نشان دہی فرمائی جن کو دعاؤں میں خاص طور پر یاد رکھنا چاہئے۔ اس کے بعد حضور انور نے ایک لمبی اور پرسوز اجتماعی دعا کروائی جس میں نہ صرف حاضر احباب و خواتین شامل ہوئے بلکہ ایم ٹی اے کے مواصلاتی رابطہ کے ذریعہ اکناف عالم میں لاکھوں افراد بھی اس دعا میں بیک وقت شامل ہوئے۔ غلبہ اسلام کے لئے اس طرح عالمگیر اجتماعی دعاؤں کا نظارہ صرف جماعت احمدیہ میں نظر آتا ہے جو اس زمانہ میں احیائے اسلام اور قیام شریعت کے لئے دن رات سرگرم عمل ہے۔

الحمدللہ کہ رمضان المبارک اپنی بے شمار برکتوں اور رحمتوں کے ساتھ ہم سب پر سایہ فگن رہا۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ یہ رحمتیں اور برکتیں سارے سال پر محیط ہو جائیں اور اس طرح ایک رمضان کی برکات کا سلسلہ آنے والے رمضان سے متصل ہوتا چلا جائے، آمین۔

مجلس انصاراللہ برطانیہ کے زیر اہتمام
سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ
مجلس سوال و جواب

(رپورٹ: بشیرالدین سامی، نمائندہ الفضل، برطانیہ)

مجلس انصاراللہ برطانیہ کے زیر اہتمام مجالس سوال و جواب کا ایک بابرکت سلسلہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے باقاعدگی سے جاری ہے جس کی ایک تقریب مورخہ ۲۵ فروری کو محمود ہال (لندن) میں منعقد ہوئی۔ جس میں مختلف مسلک رکھنے والے غیر از جماعت دوستوں نے شرکت فرمائی۔ اس تقریب کا آغاز مکرم عطاء المجیب راشد صاحب، امام مسجد فضل لندن کی صدارت میں تلاوت قرآن پاک سے ہوا۔ تلاوت کے بعد مکرم چوہدری ہادی علی صاحب، ایڈیشنل وکیل التبشیر، لندن نے جماعت احمدیہ کا تعارف اور امام مہدی علیہ السلام کی بعثت اور دعاؤں پر مشتمل مختصر خطاب فرمایا۔

چار بجے حضور انور ایدہ اللہ مجلس میں رونق افروز ہوئے۔ تحقیق کے طالب دوستوں نے جماعت احمدیہ کے مسلک اور بنیادی عقائد خاص طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام خاتم النبیین کے بارے میں حضور انور سے وضاحت چاہی۔ حضور انور نے ان سب مضامین پر مشتمل عارفانہ جوابات عطا کرتے ہوئے متوجہ فرمایا کہ اپنے ایمانوں کی بنیاد مولویوں کی پھیلائی ہوئی غیر منطقی باتوں پر نہ رکھیں بلکہ اپنی عقل اور سمجھ سے بھی کام لیں اور خدا تعالیٰ کے فرمان، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت، آئمہ اسلام کی تشریحات اور قانون قدرت سے متصادم باتوں کو ایمان کا جزو نہ بنائیں۔

دو گھنٹہ پر مشتمل وجدانی کیفیت سے معمور اس مجلس اور نماز مغرب و عشاء کی ادائیگی کے بعد مہمانوں کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا۔

یہ مجلس اردو زبان میں تھی۔ اس سے قبل اردو زبان میں ایک تقریب ۳ دسمبر ۱۹۹۵ء کو ہوئی تھی جس میں مولانا عطاء المجیب راشد صاحب نے جماعت کا تعارف پیش فرمایا تھا اور ۱۴ جنوری ۱۹۹۶ء کو غیر مسلم دوستوں کے ساتھ منعقد ہونے والی مجلس میں تعارف مکرم ڈاکٹر افتخار احمد صاحب ایاز نے پیش فرمایا تھا۔

معاند احمدیت، شریر اور فتنہ پرور مفسد ملاؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعا بکثرت پڑھیں

اَللّٰھُمَّ مَزِّقْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ وَسَحِّقْھُمْ تَسْحِیْقًا

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کر دے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑا دے

سیٹنگ و ڈیزائننگ۔ خلیفہ رواح الدین احمد